الھدیٰ (214)

سورۃ النساء (آیات 81 تا 82)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَيَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ فَاِذَا بَرَزُوْا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِيْ تَقُوْلُ وَاللّٰهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُوْنَ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَ
تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۸۱﴾ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ﴿۸۲﴾

''اور یہ لوگ منہ سے تو کہتے ہیں ہم نے حکم مان لیا۔ اور جب باہر نکلتے ہیں آپ کے پاس سے تو رات بھر مشورہ کرتا ہے ایک گروہ ان میں سے اس کے برعکس جو آپ نے فرمایا۔ اور اللہ تعالیٰ لکھ رہا ہے جو وہ راتوں کو سوچا کرتے ہیں۔ پس رُخ (انور) موڑ لیجیے ان سے اور بھروسہ کیجیے اللہ پر اور کافی ہے اللہ تعالیٰ (آپ کا) کارساز۔ تو کیا وہ غور نہیں کرتے قرآن میں؟ اور (اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ) اگر وہ غیر اللہ کی طرف سے (بھیجا گیا) ہوتا تو ضرور پاتے اس میں اختلاف کثیر۔''

ان منافقوں کا حال تو یہ ہے کہ آپؐ کے سامنے تو کہتے ہیں کہ آپؐ نے جو فرمایا' ہمیں قبول ہے۔ ہم اس پر عمل کریں گے۔ مگر جب آپؐ کے پاس سے چلے جاتے ہیں تو ان میں سے ایک گروہ ایسا ہے کہ وہ جا کر اس بات کے خلاف مشورے کرنے لگتا ہے جو وہ وہاں کہہ کر گئے ہیں' اور اللہ لکھ رہا ہے جو وہ مشورے کر رہے ہیں۔ اور اس طرح اُن کا نامہ اعمال تیار ہو رہا ہے۔

اے نبی! یہ آپؐ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ ان سے اعراض کیجیے' ان کی طرف توجہ نہ دیجیے' کیونکہ ابھی ان کے خلاف اقدام مصلحت کے خلاف ہے۔ جیسا کہ ایک دور میں یہودیوں کے بارے میں فرمایا گیا تھا: ''فاعفوا واصفحوا'' کہ ابھی صبر کیجیے اور ان یہودیوں کی شرارتوں پر گرفت نہ کیجیے۔ مصلحت اسی میں تھی کہ یہودیوں کے خلاف ابھی محاذ نہ کھولا جائے۔ اسی طرح ان منافقین کے بارے میں کہا گیا کہ فی الحال ان کو چھوڑ دیجیے۔ ایک وقت آنے والا ہے کہ اُن کے کرتوتوں پر سے پردہ اٹھا دیا جائے گا۔ چنانچہ غزوہ تبوک کے بعد حضور ﷺ نے ان پر گرفت شروع کر دی۔ آگے فرمایا کہ آپؐ اللہ پر بھروسہ کیجیے۔ سہارے کے لیے اللہ تعالیٰ کافی ہے۔ یعنی ان کی سازشیں اور ریشہ دوانیاں سب تارِ عنکبوت ثابت ہوں گی۔ آپؐ فکر نہ کریں۔

اگلی آیت میں جھنجھوڑنے کے سے انداز میں فرمایا کہ کیا یہ لوگ (منافقین) قرآن میں تدبر نہیں کرتے؟ یاد رہے کہ منافقین قرآن پڑھتے تھے' نمازیں بھی پڑھتے تھے۔ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی تو نماز کی پہلی صف میں ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ اپنی چودھراہٹ کے اظہار کے لیے جمعہ کے دن اول وقت پہنچ کر مسجد میں اعلان کرتا تھا کہ یہ اللہ کے رسول ہیں ان کی بات توجہ سے سنو۔ اس وقت مسلمان کہلوانے کے لیے نماز کی ادائیگی ضروری تھی۔ مگر افسوس! آج مسلمانوں کے ہاں مسلمان مانے جانے کے لیے نماز ضروری نہیں رہی' بلکہ مسلمان کے گھر پیدا ہو جانا اور مسلمانوں والا نام ہونا ہی ہمارے اسلام کی پختہ علامت سمجھ لی گئی ہے۔

یہ منافق قرآن پڑھتے تو ہیں لیکن اس پر غور نہیں کرتے۔ یہ قرآن ان کے سروں کے اوپر سے گزر جاتا ہے۔ یہ قرآن اللہ کا سچا کلام ہے۔ اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے آیا ہوتا تو وہ اس میں بہت سے تضادات پاتے۔ لوگو! اس پر غور کرو۔ یہ بڑا مربوط کلام ہے۔ اس کا پورا فلسفہ منطقی طور پر مربوط ہے۔ اس میں کوئی تضاد نہیں۔

فرمانِ نبویؐ

شرم و حیا

چودھری رحمت اللہ بٹر

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((اَلْاِيْمَانُ بِضْعٌ وَّسَبْعُوْنَ اَوْ بِضْعٌ وَّسِتُّوْنَ شُعْبَةً، فَاَفْضَلُهَا قَوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَدْنَاهَا اِمَاطَةُ الْاَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْاِيْمَانِ)) (متفق علیہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ: ''ایمان کی کچھ اوپر ستر یا (راوی کو شک ہے) کچھ اوپر ساٹھ شاخیں ہیں ان میں بلند ترین درجہ اور افضل شاخ (کلمہ کی شاخ ہے یعنی) لا الہ الا اللہ کی ہے۔ اور سب سے کم درجہ تکلیف دینے والی چیز (روڑے پتھر' کانٹے چھلکے وغیرہ) راستہ سے ہٹا دینا ہے۔ اور حیاء ایمان کا (قابل لحاظ بڑا اہم) شعبہ ہے۔''

تشریح: اسلام میں حیا کی بڑی اہمیت ہے۔ یہ فرد کی پاکیزگی کی بنیاد اور صالح معاشرہ کی اساسی صفت ہے۔ اس بنا پر اسے نصف ایمان بھی قرار دیا گیا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اگر افراد معاشرہ اس صفت سے متصف ہوں تو معاشرہ میں انسانی رشتوں کے احترام کو ملحوظ رکھا جاتا ہے' حقوق کی رعایت کی جاتی ہے' اور برائیوں سے اجتناب ہوتا ہے۔ یوں سماج میں صالحیت' اعتدال اور حسن قائم رہتا ہے۔ اگر سوسائٹی میں شرم و حیا نہ رہے تو بے اعتدالیاں جنم لیتی ہیں' ادائیگی حقوق میں کوتاہی کی جاتی ہے اور گناہوں کی کثرت ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں حیاء نہ رہے تو پھر تو آزاد ہے' جو چاہے کرتا پھرے۔

ادارہ مطالعہ قرآن اکیڈمی
نمبر 16/12/05
۳۶-کے ماڈل ٹاؤن لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

ایوب بیگ مرزا

اعلانِ مکہ

مسلمان کتنا ہی گناہگار کیوں نہ ہو مکہ و مدینہ کا نام سنتے ہی اُس کے دل کی کلی کھل جاتی ہے۔ خصوصاً مکہ جہاں اللہ کا گھر ہے اور جو محسن انسانیت رحمۃ للعالمین کی جائے پیدائش ہے' جو دورِ جاہلیت میں بھی جزیرہ نما عرب میں بستیوں کی ماں کی حیثیت رکھتی تھی۔ اِس مقدس سرزمین پر ستاون اسلامی ممالک کے سربراہان کا دو روزہ غیر معمولی اجلاس منعقد ہوا۔ اجلاس کے اختتام پر اعلانِ مکہ کے نام سے متفقہ اعلامیہ جاری کیا گیا جس کے مطابق کسی بھی اسلامی ملک کی سلامتی کو خطرے میں ڈالنے والی بیرونی جارحیت سے مل کر نمٹا جائے گا۔ جبکہ او آئی سی کے ممبر ممالک کے خلاف کوئی بھی یکطرفہ پابندیاں ناقابل قبول ہوں گی۔ اِس اجلاس نے تہذیبوں کے درمیان باہمی احترام پر مبنی مکالمے کی ضرورت پر زور دیا جبکہ برداشت' تعاون' امن اور اعتماد والے عالمی ماحول کے قیام کی خاطر لوگوں کے درمیان برابری اور ایک دوسرے کو سمجھنے کو لازمی قرار دیا گیا۔ اعلامیہ میں کہا گیا کہ اسلام اعتدال کا درس دیتا ہے' دہشت گردی اور انتہا پسندی کو مسترد کرتا ہے۔ اجلاس نے اسلامی فقہ اکیڈمی کے قیام پر زور دیا تا کہ امتِ مسلمہ میں فقہ کی اتھارٹی قائم ہو۔ او آئی سی کی تنظیم نو کے حوالہ سے ایک دس سالہ پلان کی منظوری دی گئی۔

اِس مشترکہ اعلامیہ کا بغور جائزہ لیا جائے تو بہت سے تضادات سامنے آئیں گے۔ علاوہ ازیں اِس کے الفاظ بڑے معذرت خواہانہ ہیں اور انداز بہت مدافعتی ہے' جیسے کوئی ملزم کٹہرے میں کھڑا بڑی لجاجت سے وضاحت پیش کر رہا ہو۔ تضاد کا اندازہ کیجیے کہ ایک طرف بڑے دھڑلے سے کہا جا رہا ہے کہ اگر کسی مسلمان ملک کے خلاف جارحیت ہوئی تو سب مل کر اُس سے نمٹ لیں گے' دوسری طرف عراق اور افغانستان میں امریکی جارحیت کے خلاف ایک لفظ نہیں کہا گیا۔ حد تو یہ ہے کہ اقوام متحدہ جو امریکہ کے گھر کی لونڈی ہے' اُس کے کٹھ پتلی سیکرٹری جنرل کوفی عنان امریکہ سے مطالبہ کر رہے ہیں کہ وہ عراق سے فوجوں کی واپسی کا ٹائم ٹیبل دے لیکن سوا ارب مسلمانوں کی قسمت کے مالک ستاون بادشاہ صدور اور وزرائے اعظم نے اتنی جرأت بھی نہیں کی کہ وہ امریکہ سے یہ مطالبہ ہی کر دیتے کہ تم عراق کو تباہ و برباد کر چکے' مزید برداشت نہیں ہوگا' وہاں سے فوجیں نکالو۔ افغانستان میں تم نے انتخابات کروا دیئے ہیں اب تمہارا وہاں کیا کام؟۔

سچی بات یہ ہے کہ حضور ﷺ کی اُس پیشین گوئی کے پوری ہونے کا وقت آ گیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا تھا کہ ایک وقت آئے گا جب دنیا کی دوسری اقوام مسلمانوں کو نوچنے کے لیے ایک دوسرے کو یوں دعوت دیں گی جیسے ایک میزبان خاتون کھانا تیار کرنے کے بعد مہمانوں کو دسترخوان کی طرف بلاتی ہے۔ حالیہ واقعات کا جائزہ لیں۔ امریکہ افغانستان میں ڈیزی کٹر استعمال کر کے انسانوں کا کچومر نکال رہا ہے' عراق میں ممنوعہ فارسفورس استعمال کر رہا ہے' جس سے زندہ انسانوں کی کھالیں گل سڑ جاتی ہیں اور روس امریکہ سے تمام اختلافات کے باوجود خاموش ہے بلکہ اُس کا معاون و مددگار ہے۔ خود روس چیچنیا میں مسلمانوں کو چُن چُن کر مار رہا ہے اور امریکہ اُس کا ہمنوا ہے۔ بھارت کشمیریوں کی نسل کشی کر رہا ہے اور دنیا تماشا دیکھ رہی ہے۔ اِن حقائق کی روشنی میں یہ دعویٰ کرنا کہ اسلامی ملک کی سلامتی کو خطرے میں ڈالنے والی بیرونی جارحیت سے مل کر نمٹا جائے گا محض لفظی سیاست بازی بلکہ الفاظ کی شعبدہ بازی ہے۔

اعلانِ مکہ میں کہا گیا ہے کہ اسلام اعتدال کا درس دیتا ہے اور انتہا پسندی کو مسترد کرتا ہے' بالکل درست ہے لیکن سوال یہ ہے کہ اعتدال اور انتہا پسندی کی تعریف طے کرنے کا حق کس کو ہے۔ اگر یہ حق امریکہ کو دے دیا جائے تو وہاں سے یہ حکم جاری ہو سکتا ہے کہ ایک دن میں پانچ نمازیں اعتدال پسندی نہیں ہے (باقی صفحہ 7 پر)

"تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر"

قیامِ خلافت کا نقیب

ہفت روزہ لاہور

ندائے خلافت

جلد 14 | 15 تا 21 دسمبر 2005ء | 12 تا 18 ذوالقعدہ 1426ء | شمارہ 46

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت

سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
فرقان دانش خان۔ سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:

67-اے' علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو' لاہور-54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور-54700
فون: 5869501-03

قیمت فی شمارہ 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......250 روپے
بیرون پاکستان
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (1500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (2200 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی رائے
سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

چوتھی غزل

(بالِ جبریل‘ حصّہ دوم)

عالمِ آب و خاک و باد! سرِّ عیاں ہے تُو کہ مَیں؟ — وہ جو نظر سے ہے نہاں اس کا جہاں ہے تُو کہ مَیں؟
وہ شبِ درد و سوز و غم کہتے ہیں زندگی جسے — اس کی سحر ہے تُو کہ مَیں؟ اس کی اذاں ہے تُو کہ مَیں؟
کس کی نمود کے لیے شام و سحر ہیں گرمِ سیر — شانۂ روزگار پر بارِ گراں ہے تُو کہ مَیں؟
تُو کفِ خاک و بے بصر! میں کفِ خاک و خودنگر! — کشتِ وجود کے لیے آبِ رواں ہے تُو کہ مَیں؟

چار اشعار کی یہ مربوط و مسلسل نظم نُما غزل فی الواقع کائنات اور انسان کی صفات کے مابین ایک تقابلی جائزے کی حیثیت رکھتی ہے۔ رفعتِ تخیل‘ حسنِ ادا‘ زورِ کلام اور تاثیرِ بیان کے لحاظ سے یہ غزل اقبال کی بہترین غزلوں میں سے ہے۔

1۔ پہلے شعر میں ’’عالمِ آب و خاک و باد‘‘ کی ترکیب غور طلب ہے۔ اقبال صرف ’’عالم‘‘ بھی کہہ سکتے تھے‘ لیکن انہوں نے اس کے عناصرِ ترکیبی کی صراحت کر کے اپنا مُدعا ثابت کیا ہے کہ عالم یا کائنات سِرّ (بھید) نہیں ہے‘ کیونکہ ہمیں معلوم ہے کہ وہ عناصر اربعہ سے مرکب ہے۔

’’سِرِّ عیاں‘‘ سے مراد ہے وہ چیز جس کی ماہیت معلوم نہ ہو‘ لیکن وہ آنکھوں کے سامنے موجود ہو۔ ایسی چیز صرف انسان ہے۔ کہتے ہیں کہ سِرِّ نہاں کائنات نہیں‘ بلکہ انسان ہے۔ پہلا دعویٰ یہ ہے کہ کائنات راز نہیں ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ کائنات عناصر سے مرکب ہے اور عناصر ذراتِ مادی سے مرکب ہیں‘ اور ذراتِ مادی کی تحلیل کی جائے تو اُن کی اصل برقی تموّجات معلوم ہوتی ہے۔ دوسرا دعویٰ یہ ہے کہ اصل راز (یعنی خدا کا راز) کائنات نہیں بلکہ ’’انسان‘‘ ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ اگرچہ بظاہر وہ مادہ اور رُوح کا مجموعہ ہے‘ لیکن مادے اور روح کے علاوہ بھی اِس میں ایک اور شے بھی پائی جاتی ہے‘ جس کی بدولت وہ اپنے آپ کو جانتا ہے‘ یعنی اُسے شعورِ ذات حاصل ہے۔ یہ چیز کائنات میں کسی مخلوق میں نہیں پائی جاتی۔ اس کی بدولت وہ ایک غیر مرئی ہستی سے عشق کر سکتا ہے۔ اس کی بدولت اس میں اللہ سے ملنے کی آرزو پیدا ہوتی ہے۔ اس کی بدولت وہ لامحدود کو اپنے اندر جذب کر لینا چاہتا ہے۔ دوسری مخلوقات کی طرح وہ بھی ایک مُشتِ خاک ہی ہے‘ لیکن اس کے باوجود وہ مائلِ پرواز ہے۔ اور خاکی ہونے کے باوجود خاکیوں پر حکمران ہے۔ یہ جوہر کیا ہے؟ کوئی آج تک جان سکا نہ بتا سکا۔ اسی کو اقبال نے ’’ضربِ کلیم‘‘ میں یُوں کہا ہے:

خودی کا سِرِّ نہاں‘ لَا اِلٰہ اِلّا اللہ
خودی ہے تیغ فساں‘ لَا اِلٰہ اِلّا اللہ

2۔ زندگی ایک ارتقا پذیر حقیقت ہے اور اس کی انتہائی ترقی یافتہ شکل انسان ہے۔ جمادات میں بھی زندگی ہے لیکن ادنیٰ درجے کی۔ یہی زندگی انسانی شکل میں آ کر درجۂ کمال کو پہنچ جاتی ہے‘ جسے اقبال نے ’’سحر‘‘ سے تعبیر کیا ہے۔ زندگی اپنی ابتدائی منزلوں میں‘ یعنی جب وہ جمادات‘ نباتات اور حیوانات کی مختلف انواع میں ہوتی ہے‘ عقل اور وجدان دونوں سے محروم ہوتی ہے۔ اس محرومی کو اقبال رات کی تاریکی سے تعبیر کرتے ہیں‘ لیکن جب زندگی انسان کی صورت میں ڈھلتی ہے تو گویا اندھیرے سے اجالے میں آ جاتی ہے۔ اقبال نے یہی بات ایک اور شعر میں کہی ہے:

ازل سے ہے یہ کشمکش میں اسیر
ہُوئی خاکِ آدم میں صورت پذیر

3۔ ’’شام وسحر‘‘ سے مُراد ہے زمانہ۔ ’’گرم سیر‘‘ یعنی تیز چلنے والا۔ اقبال زمانے کی گردش کے قائل نہیں ہیں‘ بلکہ اُسے سیال (بہنے والا) تصور کرتے ہیں‘ جیسا کہ اِس شعر سے بھی واضح ہے:

تیرے شب و روز کی اور حقیقت ہے کیا!
ایک زمانے کی رَوْ جس میں نہ دن ہے نہ رات

یہ کائنات خصوصاً زمانہ‘ انسان ہی کے ظہور و نمود کے لیے حرکت کر رہا ہے۔ زمانے کی حرکت کا ایک ہی مقصد ہے کہ انسان اپنی مخفی صلاحیتوں کا اظہار کر سکے۔ ’’شانۂ روزگار پر انسان کے بارِ گراں‘‘ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ کائنات میں کوئی شے زمانے پر حکمران نہیں ہو سکتی۔ صرف انسان میں یہ قوت پوشیدہ ہے کہ وہ ابلقِ زماں پر سوار ہو سکتا ہے۔

4۔ اِس شعر میں اقبال نے کائنات اور انسان میں جو چیز مابہ الامتیاز ہے‘ یعنی جس وجہ سے انسان کو ساری کائنات پر تفوق حاصل ہے‘ اُسے واضح کر دیا ہے۔ یعنی ’’کفِ خاک‘‘ تو مشترک ہے کہ دونوں خاکی ہیں‘ اور خودنگری مابہ الامتیاز ہے‘ کیونکہ کائنات اس کے تمام موجودات یعنی جمادات‘ نباتات اور حیوانات سب خاکی تو ہیں‘ مگر خودنگر نہیں۔ خودنگر صرف انسان ہے۔ پس اِس کارخانۂ ہست و بُود (کشتِ وجود) کی رونق یا اِس کی شادابی کا انحصار انسان پر ہے نہ کہ کائنات پر‘ کیونکہ وہ تو شعورِ ذات اور خودی سے محروم ہے۔ ’’آبِ رواں‘‘ کے معنی ہیں بہتا پانی‘ یہاں اقبال کی مُراد پاکیزگی سے ہے‘ کیونکہ بہتا پانی پاک ہوتا ہے‘ یعنی اگر انسان اپنی فطرتِ سلیم پر قائم رہے تو اُس کی ذات سے کائنات کے ہر شعبے میں پاکیزگی کا رنگ پیدا ہو سکتا ہے۔

منبر و محراب

قرآن حکیم اور فلسفۂ آزمائش

مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں' ناظم تربیت تنظیم اسلامی جناب شاہد اسلم کے 9 دسمبر کے خطاب جمعہ کی تلخیص

نَحۡمَدُهٗ وَنُصَلِّيۡ عَلٰى رَسُوۡلِهِ الۡكَرِيۡمِ اَمَّا بَعۡدُ فَاَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِo
بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِo
﴿وَهُوَ الَّذِيۡ جَعَلَكُمۡ خَلٰٓئِفَ الۡاَرۡضِ وَرَفَعَ بَعۡضَكُمۡ فَوۡقَ بَعۡضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبۡلُوَكُمۡ فِيۡ مَاۤ اٰتٰٮكُمۡ ؕ اِنَّ رَبَّكَ سَرِيۡعُ الۡعِقَابِ ۖ وَاِنَّهٗ لَغَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌo﴾ (الانعام:165)

یعنی ''اور وہی ہے (اللہ) جس نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا۔ اور تم میں سے بعض کو بعض (دوسروں) پر درجے دیئے تاکہ تم کو آزمائے اُس چیز میں جو اُس نے تمہیں دی۔ بے شک تیرا رب جلد عذاب کرنے والا ہے اور بے شک وہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو اشرف المخلوقات ہے' بے مقصد نہیں بنایا۔ اُس پر رنج و راحت اور دکھ سکھ ویسے ہی نہیں آ جاتے۔ اس کے اندر نیکی اور بدی کا جو شعور رکھا' وہ عبث نہیں۔ بلکہ انسان کی تخلیق کا ایک مقصد ہے' اور وہ ہے: عبادتِ رب! چنانچہ فرمایا:

﴿وَمَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَالۡاِنۡسَ اِلَّا لِيَعۡبُدُوۡنِo﴾ (الذاریات:56)

یعنی ''نہیں پیدا کیا ہم نے جنوں اور انسانوں کو مگر اپنی بندگی کے لیے''۔

یہ دنیا دارالامتحان ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے فرمان کے مطابق دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہاں اپنی عبادت کے لیے' اپنے احکامات کی تعمیل کے لیے بھیجا ہے۔ اُس کو اختیار دے کر اُس کے عمل کی آزمائش کی جا رہی ہے' امتحان لیا جا رہا ہے اور اُس کے طرزِ عمل کو جانچا اور پرکھا جا رہا ہے۔ مرنے کے بعد روزِ قیامت انسان کو اللہ تعالیٰ کے سامنے اُسے اپنے بھلے برے تمام اعمال کا حساب دینا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَاتَّقُوۡا يَوۡمًا تُرۡجَعُوۡنَ فِيۡهِ اِلَى اللّٰهِ ۖ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفۡسٍ مَّا كَسَبَتۡ وَهُمۡ لَا يُظۡلَمُوۡنَo﴾ (البقرہ:281)

یعنی ''ڈرو اُس دن سے جس دن تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے' پھر ہر شخص کو پورا (بدلہ) دیا جائے گا جو کچھ اس نے کمایا اور اُن پر ظلم نہ ہوگا''۔

پھر اگر انسان اس حیاتِ چند روزہ کی آزمائش میں پورا اتر گیا تو اس کو آخرت میں اللہ تعالیٰ بہترین اجر سے نوازے گا۔ اس کے بدلے اُسے بلند درجات ملیں گے' ورنہ وہ دوزخ کا ایندھن بنے گا۔

قرآن حکیم کی تعلیمات سے پتہ چلتا ہے کہ ہر انسان کو آزمائش سے گزارا جائے گا۔ اور خاص طور جس نے کلمہ پڑھ لیا اس کی تو لازماً آزمائش ہوگی۔ چنانچہ فرمایا:

﴿اَمۡ حَسِبۡتُمۡ اَنۡ تَدۡخُلُوا الۡجَنَّةَ وَلَمَّا يَاۡتِكُمۡ مَّثَلُ الَّذِيۡنَ خَلَوۡا مِنۡ قَبۡلِكُمۡ ؕ مَسَّتۡهُمُ الۡبَاۡسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلۡزِلُوۡا حَتّٰى يَقُوۡلَ الرَّسُوۡلُ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَهٗ مَتٰى نَصۡرُ اللّٰهِ......﴾ (بقرہ:218)

یعنی ''کیا تم خیال کرتے ہو کہ جنت میں چلے جاؤ گے' حالانکہ تم پر نہیں گزرے حالات اُن لوگوں جیسے جو تم سے پہلے ہو گزرے کہ پہنچی اُن کو سختی اور تکلیف اور ہلا مارے گئے یہاں تک کہنے لگے رسول اور وہ لوگ جو اس کے ساتھ ایمان لائے تھے کب آئے گی اللہ کی مدد''۔

آزمائش کے ضمن میں دوسری بات یہ ہے کہ آزمائش کا عمل مسلسل ہوگا۔ تیسرے یہ کہ آزمائش انسان کے ظاہر کی بھی ہوگی اور باطن کی بھی۔ صرف یہی نہیں ہے کہ ظاہری اعمال دیکھیں جائیں گے بلکہ اُن کے پیچھے کارفرما نیتوں کا جائزہ بھی لیا جائے گا۔ پھر اس نیت کے مطابق انسانوں کو اس کا اجر ملے گا۔ گویا دنیا میں انسان کے ظاہر کے ساتھ باطن کی بھی آزمائش ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ انسان کے وسوسے کو بھی جانتا ہے' وہ انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ ہر فرد کے اعمال کا ریکارڈ رکھا جاتا ہے۔ اور اعمال نامہ تیار ہو رہا ہے جسے کراماً کاتبین لکھ رہے ہیں۔ روزِ قیامت جب انسان کا اعمال نامہ سامنے آئے گا تو وہ بے اختیار پکار اٹھے گا:

﴿يٰوَيۡلَتَنَا مَالِ هٰذَا الۡكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيۡرَةً وَّلَا كَبِيۡرَةً اِلَّاۤ اَحۡصٰٮهَا......﴾ (کہف:49)

یعنی ''ہائے خرابی' یہ کیسی کتاب ہے کہ جس سے نہیں چھوٹی کوئی چھوٹی چیز اور نہ بڑی' جو اس میں نہیں آ گئی''۔

اللہ تعالیٰ کسی شخص کو علم و آگہی عطا فرماتا ہے' وہ علم جس کے بل بوتے آدمی بہت خوبصورت وعظ کہتا ہے' شعلہ بیان تقریریں کرتا ہے۔ دلنشیں درس دیتا ہے' اب ایسے شخص کا عمل اگر علم کے برعکس ہے تو گویا وہ بہت بڑی آزمائش میں پڑ گیا۔ اب اس کے علم کے مطابق کردار و عمل کی آزمائش کی جا رہی ہے۔ چنانچہ انسان کے فکر و عمل میں تضاد نہیں ہونا چاہئے۔ قرآن حکیم کہتا ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لِمَ تَقُوۡلُوۡنَ مَا لَا تَفۡعَلُوۡنَo كَبُرَ مَقۡتًا عِنۡدَ اللّٰهِ اَنۡ تَقُوۡلُوۡا مَا لَا تَفۡعَلُوۡنَo﴾ (الصف:2-3)

یعنی ''اے اہلِ ایمان! کیوں کہتے ہو وہ بات جو کرتے نہیں' کس قدر بیزاری کی بات ہے یہ اللہ کے ہاں کہ تم وہ بات کہو جو کرو نہیں''۔

حضرت علی کا قول ہے: جس پر دنیا فراخ کر دی گئی اور اُسے یہ معلوم نہ ہوا کہ وہ آزمائش کی گرفت میں ہے' تو وہ عقل و خرد سے محروم ہے

شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

وارثانِ منبر و محراب سے کیسے کہوں
آدمی کو صاحبِ کردار ہونا چاہئے

پس واضح ہوا کہ علماء کی جانچ پرکھ اُن کے علم کے مطابق ہوتی ہے۔ اور دوسرے لوگوں میں سے ہر ایک کی آزمائش آدمی کی صلاحیتوں کے مطابق ہوتی ہے' نیز مختلف افراد کو

انفرادی اختلاف کو مدنظر رکھ کر پرکھا جاتا ہے۔

آزمائش ایسا اصول ہے جس کا کوئی استثناء نہیں حتیٰ کہ انبیاء و رسل کی جلیل القدر ہستیوں کو بھی آزمائش و امتحان کے عمل سے گزارا گیا۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر بھیجنے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جنت میں رکھ کر آزمایا۔ انہیں منع کیا کہ فلاں درخت کے قریب مت جانا۔ ان سے خطا ہوگئی' تاہم چونکہ آپ سخت پشیمان ہوئے اور فوراً اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف فرما دیا۔

اسی طرح حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ کو کئی چیزوں میں آزمایا گیا' اور وہ ہر آزمائش پر پورا اُترے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِذِ ابْتَلٰى إِبْرٰهِمَ رَبُّهُ بِكَلِمٰتٍ فَأَتَمَّهُنَّ......﴾ (البقرہ:124)

یعنی' جب آزمایا ابراہیم علیہ السلام کو اُس کے رب نے کئی باتوں میں۔ تو وہ ہر بات پر پورا اُتر آئے'۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو نظر آتا ہے کہ آپ کی پوری زندگی ابتلاء و آزمائش سے عبارت ہے۔ راہ حق میں آپؑ نے جان کی قربانی پیش کی کہ آتش نمرود میں بے خطر کود پڑے' مگر حق پر آنچ نہ آنے دی۔ اللہ تعالیٰ کی محبت میں ماں باپ کی محبت کو قربان کر ڈالا' وطن کی محبت کو قربان کردی۔ بڑھاپے میں اللہ نے آپ کو اولاد عطا فرمائی۔ حضرت اسمٰعیلؑ پیدا ہوئے۔ وہ ابھی شیر خوار تھے کہ حکم الٰہی کے تحت ان کو بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑ دیا۔ آپؑ کی بیوی نے پوچھا کہ آپ ہمیں کس کے سہارے چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ فرمایا: اللہ کے سہارے۔ اس کے بعد جب حضرت اسمٰعیلؑ بھاگنے دوڑنے کی عمر کو پہنچے' اللہ نے حضرت ابراہیمؑ کو اپنی محبوب ترین چیز اپنی راہ میں قربان کرنے کا حکم دیا۔ آپؑ نے اذن رب کے سامنے سرنڈر کر دیا' اور بیٹے کی قربانی بھی دے دی۔ یہ الگ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے حضرت اسمٰعیلؑ کو ذبح ہونے سے بچا لیا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو ان آزمائشوں کا یہ صلہ عطا فرمایا کہ انسانیت کا امام بنایا۔ چنانچہ اسی آیت میں آگے فرمایا:

﴿إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا﴾ یعنی "(اے ابراہیم) میں تمہیں پوری انسانیت کا امام بنانے والا ہوں"۔ حضرت ابراہیم نے پوچھا: قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي۔

یعنی "عرض کیا: اے اللہ میری اولاد میں بھی (امامت چلے گی)"۔ اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا: لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِينَ﴾ (البقرہ:124) یعنی "ظالموں کو میرا وعدہ نہیں پہنچے گا"۔ دوسرے لفظوں میں گویا ان کو بھی آزماؤں گا۔

اگر وہ اس پر پورا اتریں گے تو انہیں بھی امامت سے نوازوں گا' ورنہ ذلیل و رسوا کروں گا۔ چنانچہ یہی ہوا۔ آپ کی اولاد میں سے بنی اسرائیل کی بار بار آزمائش کی گئی۔ وہ ہر آزمائش میں ٹھوکر کھا گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ذلیل و خوار کر دیا۔

قرآن حکیم میں حضرت سلیمانؑ کا ذکر آتا ہے کہ جنہیں اللہ نے بہت سی نعمتوں سے نوازا تھا۔ ہواؤں' چرند پرند اور جانوروں پر ان کی حکومت تھی۔ ایک دفعہ حضرت سلیمانؑ کا دربار لگا ہوا تھا۔ آپؑ نے اپنے درباریوں سے کہا کہ تم میں سے کون ہے جو مجھے ملکہ سبا' بلقیس کا تخت لا کر دے گا۔ ایک جن نے کہا' کہ میں آپ کی مجلس برخاست ہونے سے پہلے ایسا کر سکتا ہوں۔ ایک اور شخص جسے اللہ نے اپنی کتاب کا علم عطا کیا تھا' بولا میں آپ کے پلک جھپکنے سے پہلے وہ تخت لا کر دے سکتا ہوں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ پلک جھپکنے کی دیر تھی کہ تخت بلقیس ہزاروں کلومیٹر دور سے اللہ کے اذن سے وہاں لا کر رکھ دیا گیا۔ اس موقع پر حضرت سلیمانؑ کو فوراً اس کا احساس ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے ایک ادنیٰ درباری کو یہ صلاحیت عطا فرمائی ہے کہ اُس نے ہزاروں کلومیٹر سے وہ تخت لا کر پیش کر دیا۔ یہ سب کچھ اللہ نے مجھے اس لیے عطا فرمایا کہ مجھے آزمائے۔ فرمایا: ﴿......لِيَبْلُوَنِي أَأَشْكُرُ أَمْ أَكْفُرُ......﴾ (نمل:40) یعنی "تاکہ وہ مجھے آزمائے' کہ میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں' یا اس کی ناشکری کرتا ہوں"۔

اللہ تعالیٰ نے موت اور زندگی کا جو سلسلہ تخلیق کیا' اس کا مقصد بھی آزمائش ہے تاکہ وہ دیکھے کہ کون ہے جو اچھے عمل کرتا ہے

اللہ تعالیٰ نے موت اور زندگی کا سلسلہ تخلیق فرمایا۔ قرآن حکیم نے واضح کر دیا کہ اُس کا مدعا بھی یہ ہے کہ اللہ دیکھے کہ تم میں سے کون اچھے کام کرتا ہے۔ فرمایا:

﴿الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا وَهُوَ الْعَزِيزُ الْغَفُورُ﴾ (ملک:2)

یعنی "وہی ہے جس نے موت اور زندگی بنائی تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون اچھے عمل کرتا ہے اور وہ زبردست ہے بخشنے والا"۔

سورۃ البقرہ میں اہل ایمان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا گیا:

﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِينَ﴾ (البقرہ:155)

یعنی "(ایمان والو) ہم تمہیں ضرور آزمائیں گے تھوڑے سے ڈر سے اور بھوک سے اور مالوں جانوں اور میووں کے نقصان سے' اور خوشخبری دے صبر کرنے والوں کو"۔

اللہ نے صحابہ کو آزمایا تھا۔ وہ ان آزمائشوں میں پورا اترے۔ چنانچہ اللہ نے انہیں انسانیت کا امام بنا دیا۔ چند سالوں کے اندر دنیا کے ایک بڑے حصے پر ان کی حکومت قائم ہوگئی۔ صحابہ کے بعد یہ آزمائش قیامت تک کے لیے' ہر مسلمان کے لیے ہے۔

اس تمام بحث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ تنگی و آسانی' رنج و راحت' غم خوشی آزمائش کے لیے آتے ہیں' لیکن انسان کا معاملہ یہ ہے کہ وہ بڑا جلد باز ہے۔ وہ اپنے حالات کو آزمائش خیال نہیں کرتا بلکہ جب اُسے تکلیف پہنچتی ہے تو گڑگڑا کر اللہ کو پکارتا ہے' اللہ سے دعائیں کرتا ہے کہ میرا رب تو مجھ سے ناراض ہو گیا ہے۔ گلے شکوے کرنے لگتا ہے۔ جب اسے خوشی اور کامیابی حاصل ہوتی ہے تو کہتا ہے خدا نے مجھ پر بڑا کرم کیا۔ وہ مجھ سے راضی ہے تب ہی تو مجھے نعمتوں اور کامیابیوں سے نوازتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ رنج و رحت' غم خوشی اور کامیابی اور ناکامی آزمائش ہیں۔ اور آزمائش کی ہر صورت میں صبر اور شکر کی روش اختیار کرو۔

رضائے رب پر راضی رہ یہ حرف آرزو کیسا
خدا خالق' خدا مالک' خدا کا حکم تو کیسا

الغرض انسان کی کم فہمی ہے کہ وہ صرف ظاہر دنیا پر نظر رکھتا ہے۔ وہ دنیا کی موجودہ راحت و تکلیف ہی کو عزت اور ذلت کا معیار سمجھتا ہے۔ وہ یہ نہیں جانتا کہ تنگی و آسانی' رنج و راحت دونوں حالتیں انسان کے لیے آزمائش ہیں۔ حضرت علیؓ کا قول ہے "جس پر یہ دنیا فراخ کر دی گئی اور اسے یہ معلوم نہ ہوا کہ وہ آزمائش کی گرفت میں ہے' تو وہ فریب خوردہ اور عقل و خرد سے محروم ہے"۔

قرآنی آیات' احادیث نبوی ﷺ صحابہ کرام کے اقوال اور سیرت کے مطالعے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو مختلف انداز میں آزمایا۔ آزمائش کا یہ عمل اب بھی جاری ہے۔ عرصہ دراز سے مختلف قوموں کے ہاتھوں ہماری پٹائی ہوتی چلی آ رہی ہے۔ پھر یہ کہ بار بار ہم پر آسمانی اور زمینی آفات آ رہی ہیں۔ حالیہ زلزلہ بھی انہیں میں سے ایک ہے۔ ان حالات میں ضروری تھا کہ ہمارا رُخ اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتا لیکن افسوس کہ ایسا نہیں ہوا۔ ہم نہ جاگے۔ ہم نے یہ کہا کہ زلزلے عذاب نہیں' بلکہ حوادث زمانہ ہیں۔ چنانچہ اسی ذہنیت کا مظہر ہے کہ خدا

سے بے خوفی اور ڈھٹائی پر مبنی طرزِ عمل ہے۔ آج ہمارا حال یہ ہے کہ علماء کرام اور اہلِ درد کہہ رہے ہیں کہ یہ چیزیں حرام ہیں' یہ غلط ہیں' اللہ کی ناراضی کا باعث ہیں' ان سے باز آ جاؤ' لیکن ہمارے حکمرانوں کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی۔ جس فحاشی اور عریانی کے خلاف رب کائنات نے قرآن حکیم میں متنبہ فرمایا اور جسے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی قرار دیا' آج اُسے قوم میں پھیلا جا رہا ہے' اور جو لوگ اسے دیکھنا نہیں چاہتے انہیں آنکھیں بند کر لینے کے مشورے دیئے جا رہے ہیں۔ مخلوط میراتھن کو مسلط کیا جا رہا ہے۔ روشن خیالی کے گمراہ کن فلسفے کو فروغ دیا جا رہا ہے۔

اسلام ایک بہترین ضابطہ حیات اور مکمل دین ہے۔ سراپا نور اور روشنی ہے' ظلمات سے انسانیت کو نکال کر اجالوں میں لانے والا دین ہے۔ اس میں نام نہاد روشن خیالی کی کیا گنجائش ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

﴿قُلْ اِنَّنِیْ هَدٰىنِیْ رَبِّیْٓ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ دِیْنًا قِیَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَo﴾ (الانعام: 161)

یعنی ''کہہ دیجئے کہ میرے رب نے مجھے سیدھی راہ کی طرف ہدایت دی ہے' دین صحیح' ملت ابراہیم کی جو ایک ہی طرف کا تھا اور نہ تھا شرک والوں میں''۔

حضرت ابراہیمؑ کی زندگی میں ہمارے لیے نمونہ عمل ہے۔ کیا (معاذ اللہ) انہوں نے باطل سے Compormise کیا تھا؟ ''روشن خیالی'' انہیں بھی راہ دکھا سکتی تھی کہ خواہ مخواہ آگ میں جلنے سے بہتر ہے کہ اپنے آپ کو بچا لو۔ مگر انہوں نے ایسا نہ کیا' بلکہ خدا پہ توکل کی راہ اپنائی' اور بے خطر آتش نمرود میں کود پڑے۔ بقول اقبال ؎

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

اگر رب کائنات نے اپنے خلیل کو آزمایا ہے' تو ہم اگر یہ ہم سمجھتے ہیں کہ بغیر آزمائش کے دنیا کے امام بن جائیں گے' غلبہ حاصل کر لیں گے تو یہ ''ایں خیال است و محال است و جنوں'' والی بات ہے۔ آج ہم اسلام اور اُس کے پاکیزہ نظام حیات سے روگردانی کر رہے ہیں۔ ہمارے حکمران اغیار کے دباؤ میں انہی کی بولی بول رہے ہیں' اور انہی کے مقاصد کی تکمیل کر رہے ہیں۔ ہمارے صدر صاحب گاہے بگاہے اپنی تقریروں میں اُس دین کو جو ہمیں اسلاف سے ملا ہے تاریکی والا دین کہہ رہے ہیں۔ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ حالیہ اسلامی سربراہی کانفرنس میں سعودی عرب کے حکمران شاہ عبداللہ نے کہا ہے کہ ہمیں تاریک دور سے نکل کر روشن دور میں آنا ہوگا۔ سوال یہ ہے کہ کیا اسلام (نعوذ باللہ) تاریکی ہے؟ حالانکہ رب کائنات فرماتا ہے۔ قرآن حکیم روشنی کی طرف والا دین ہے۔ فرمایا:

﴿هُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ عَلٰی عَبْدِهٖٓ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ لِّیُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ﴾

یعنی ''وہی (اللہ) ہے جو نازل کرتا ہے اپنے بندے پر واضح آیات' تا کہ نکالے تمہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف''۔

جب کہ مسلمانوں کے بعض حکمران گمراہ کن مغربی فلسفے اور تاریک خیالات میں روشنی تلاش کر رہے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ جسے رب ہی روشنی نہ دے اس کے خیالات کیسے روشن ہوں گے' اس کا دل روشن کیسے ہوگا۔

یاد رکھیے' اگر ہم دین ہدایت اور نور مبین کے نورانی راستے کو چھوڑ کر کسی اور راستے سے روشنی کی جستجو کریں گے' تو یقین کیجیے ہم خود بھی ظلمت اور تاریکیوں میں مبتلا ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے بچائے۔ ہماری موجودہ صورتحال اربابِ اقتدار' علمائے کرام اور دینی جماعتوں اور پوری قوم کے لیے لمحہ فکریہ ہے۔ ہم سب کو اپنی اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرنا ہوگا ورنہ ؏

حذر اے چیرہ دستاں سخت ہیں فطرت کی تعذیریں

بقیہ: اداریہ

یا آذان کی آواز سے دوسروں کے حقوق تلف ہوتے ہیں۔ شرعی تعزیرات کو وحشیانہ سزائیں وہ پہلے ہی قرار دے چکے ہیں۔ اُن کے لیے تو گویا انتہا پسندی کے الفاظ بہت نرم ہیں۔ اسلامی فقہ اکیڈمی کا قیام بہت ہی احسن ہے اور نتائج کے اعتبار سے بہت مفید ہو سکتا ہے لیکن اگر مسلمان حکمرانوں کا رویہ یہی رہا اور وہ اپنے اقتدار کو مضبوط اور مستحکم کرنے کے لیے دشمنانِ اسلام کے ہاتھوں میں کھیلتے رہے تو پھر اس اکیڈمی میں درباری ملا جمع کر دیئے جائیں گے' جو امریکی خواہشات کے مطابق فتوے جاری کریں گے اور مسائل کے ایسے فقہی حل تلاش کریں گے جو جدید دنیا اور اس دجالی تہذیب کے لیے قابل قبول ہوں خواہ ان کے ذریعے روحِ دین شدید طور پر مجروح ہوتی ہو۔

تہذیبوں کے درمیان باہمی احترام پر مبنی مکالمے پر کس کو اعتراض ہے لیکن کیا یہ مکالمے بموں کی بارش میں اور میزائلوں کے سائے میں ہوں گے۔ فریقِ مخالف تو نام نہاد دہشت گردی کے خلاف جنگ کے لیے کروسیڈ کا لفظ استعمال کر چکا ہے۔ وہ واضح کر چکا ہے کہ جو اس جنگ میں اُس کا اتحادی نہیں وہ اُس کا دشمن ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ طاقتور اور کمزور کے درمیان کبھی برابری کی سطح پر مکالمہ نہیں ہو سکتا۔ غالب اور مغلوب کے درمیان کیا ڈائیلاگ ہوں گے۔ مسلمانوں کے دشمنوں کا صرف ایک ہی مطالبہ ہے اور وہ یہ کہ اسلام کو دین نہیں مذہب تسلیم کر لو۔ عیسائیت اور ہندوازم کی طرح عبادت گاہوں میں پوجا پاٹ ہو جائے' نظام زندگی اور نظام حکومت سے مذہب کا دور کا واسطہ بھی نہ ہو۔ مسلمانوں کے پاس تباہ کن ہتھیار نہ ہوں اور وہ اپنی سلامتی کی ذمہ داری امریکہ اور یورپ کو سونپ دیں۔

مکہ میں غیر معمولی اجلاس کے انعقاد سے ہم نے بہت سی توقعات وابستہ کر لیں تھیں۔ ہمارا خیال تھا کہ اِس سرزمین کا تقدس ہمارے رہنماؤں کو امتِ مسلمہ کے وقار کی بحالی کے لیے کوئی انقلابی قدم اٹھانے پر راغب کرے گا۔ اِن کی غیرت وحمیت جاگ اٹھے گی اور جس اجلاس کا آغاز ''**واعتصموا بحبل الله جميعا و لاتفرقوا**'' کی تلاوت سے ہوا تھا' کاش اُس کا اختتام سورۃ الکافرون سے ہوتا۔ لیکن ہماری خواہش بر نہ آئی۔ زمینی حقائق کی روشنی میں یہ خود فریبی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ ستاون اسلامی ممالک میں سے ایک ملک بھی ایسا نہیں جہاں اسلامی نظام رائج ہوتا اور وہاں کے حکمران کو اللہ کی مدد حاصل ہوتی یا صحیح نمائندہ حکمران ہونے کی وجہ سے کم از کم مخلوق خدا کی پشت پناہی حاصل ہوتی تو وہ طاغوت کے خلاف کلمہ بغاوت بلند کر سکتا۔ ہم مسلم ممالک کے ناخداؤں کی خدمت میں عرض کیے دیتے ہیں کہ وہ اپنے گریبانوں میں جھانکیں۔ یہ اُن کی خوش قسمتی اور بہت بڑا اعزاز ہے کہ اُن کے لیے خانہ کعبہ کے دروازے کھولے گئے اور اُنہوں نے اُس کے اندر نفل ادا کیے لیکن دلوں میں خوفِ خدا نہ ہو اور تسلیم و رضا کی سنت اپنائی نہ ہو تو کعبہ کے کھلے دروازے بھی ہدایت کی راہ نہیں دکھا سکتے۔

❁ ❁ ❁

مصر سے باہر کے اخوان

سید قاسم محمود

پچھلے سال ہی کی بات ہے کہ بھائی علی عشاوی نے مجھ سے کہا کہ مصر میں عراقی اخوان کے ایک نمائندے آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ وہ مصر میں اپنی تعلیم مکمل کر کے عراق لوٹ رہے ہیں۔ اُن کا نام عاصم ہے۔ میں نے انہیں وقت دے دیا۔ وہ آئے اور اُن سے خاصی دیر باتیں ہوتی رہیں۔ موضوعِ سخن مختلف ملکوں میں اخوان کے حالات رہے۔ ان صاحب کا کہنا تھا کہ بیرونی اخوان مصر کی جماعت اخوان کو اپنا قائد مانتے ہیں' اس لیے اس سے رہنمائی کی توقع رکھتے ہیں' مگر یہاں کی قیادت ان سے رابطہ رکھتی ہے نہ کوئی مشورہ دیتی ہے' جس کی وجہ سے ہر گروپ اپنے اجتہاد سے کام لے کر مناسب طریق کار اختیار کر لیتا ہے۔ وہ اس بات پر کبیدہ خاطر تھے کہ مصر کے اخوان میں باہم اختلاف پیدا ہو گیا ہے۔

میں نے تحریک چلانے کے سلسلے میں اُن سے کہا کہ نظام کے قیام سے پہلے عقیدے کی حقیقت سمجھائی جائے۔ تنظیم سے پہلے افراد کی تربیت کی جائے اور ''اسلامی انقلاب'' لانے کو مقصد بنا کر ساری جدوجہد ضائع نہ کی جائے۔ اسی طرح تحریک کو وقتی سیاسی ہنگامہ آرائیوں سے بچا کر رکھا جائے۔

کچھ ماہ کے بعد یہ ساتھی عراق سے پھر مصر آئے تو مجھ سے ملے۔ اُن کے ساتھ ایک صاحب اور بھی تھے۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ عراق کے اخوان نے ہمیں پابند کیا ہے کہ ہم آپ سے رابطہ رکھیں' کیونکہ آپ کا طرزِ فکر اور طریق کار ہمارے انداز سے قریب تر ہے۔ پھر انہوں نے مجھے 200 پونڈ بطور ہدیہ دیئے۔ میں نے یہ رقم علی عشاوی کے سپرد کی۔ اس کے بعد ان سے رابطہ نہ رہا۔

گزشتہ مئی میں اُردن کے اخوانی نمائندے مجھ سے ملے۔ نام شاید عبدالرحمٰن تھا اور پیشے کے لحاظ سے ڈاکٹر۔ انہوں نے مجھے رہائی پر مبارک باد دی اور اردنی اخوان کے نگران اعلیٰ استاذ عبدالرحمٰن خلیفہ کا سلام پہنچایا۔ انہوں نے بتایا کہ تنظیم آزادیٔ فلسطین (پی ایل او) کے سربراہ احمد شقیری نے اخوان سے تنظیم کے اندر دعوت کا کام کرنے کے لیے کہا۔ اخوان نے انہیں سنجیدہ دیکھ کر آمادگی ظاہر کی اور ایک انتظامی باڈی تشکیل پائی' لیکن اس میں اخوان کو لینے کی بجائے ایسے افراد لیے گئے جو کمیونسٹ خیال کے تھے۔ اخوان نے اس مرتبہ توجہ دلائی تو انہوں نے نظرثانی کا وعدہ کیا۔

انہوں نے شکایتہً یہ بھی کہا کہ مصر کے اخوان اردن کے اخوان سے کوئی رابطہ نہیں رکھتے' حالانکہ موخر الذکر اپنے آپ کو قاہرہ کا تحت سمجھتے ہیں۔ اس سلسلے میں انہوں نے ایک قصہ بھی سنایا کہ ایک بار مصری سفیر کی استاذ عبدالرحمٰن خلیفہ سے ملاقات ہوئی۔ اس نے اُن سے کہا کہ اگر انہیں قاہرہ کی طرف سے سرکاری طور پر دعوت نامہ ملے تو کیا وہ مصر آئیں گے۔ استاذ خلیفہ نے جواب دیا کہ میں اپنی قیادت کا پابند ہوں۔ اگر مرشد حسن الہضیبی نے مجھے بلایا' یا انہوں نے منظوری دے دی تو میں ضرور آؤں گا۔ سفیر نے کہا کہ آپ لوگ اپنا مستقبل مصر کے اخوان سے وابستہ نہ کیجئے۔ استاذ خلیفہ نے کہا کہ ہم تو اُن کا ایک حصہ ہیں اور ان کے تابع۔ پھر انہوں نے مجھ سے کہا کہ تنظیم آزادیٔ فلسطین کے بارے میں ہم کیا رویہ رکھیں۔ میں نے کہا کہ ایسے مسئلے پر' جو آپ کا داخلی مسئلہ ہے میں کوئی متعین مشورہ نہیں دے سکتا' کیونکہ میں مرشد نہیں ہوں۔ دوسرے آپ اپنے حالات مجھ سے بہتر طور پر جانتے ہیں۔

مرشد حسن ہضیبی بیمار تھے اور اُن کے ایک چچازاد بھائی کی وفات ہو گئی تھی' اس لیے میں اُن کے پاس گیا کہ عیادت بھی ہو جائے اور تعزیت بھی' تو انہوں نے کہا: ''شام کے عرب قوم پرست استاذ عصام عطار (شام میں اخوان کے سربراہ) سے ملے اور پیشکش کی کہ امین حافظ کی بعث پارٹی کو اقتدار سے ہٹانے کے لیے دونوں مشترکہ محاذ بنائیں' کیونکہ بعث جہاں اخوان کے خلاف ہیں' وہیں عرب قوم پرستوں کو بھی نہیں بخشتے۔ عصام عطاء نے کہا کہ ایسا محاذ بنایا گیا تو اسے شام کے اخوان پسند کریں گے' نہ دوسرے عرب ممالک کے اخوان' کیونکہ عرب قوم پرستوں کے مصری حکومت اور پارٹی سے گہرے تعلقات ہیں' اور مصر کے اخوان جیلوں میں پڑے ہیں' اس لیے ایک ظالم حکومت کے ہمنواؤں سے معاہدہ پسندیدہ فعل نہیں۔ اگر مصری اخوان رہا کر دیئے جائیں' تب اس پیشکش پر غور کیا جاسکتا ہے''۔

ایک بار علی عشاوی نے مجھ سے کہا کہ سوڈانی اخوان کے ایک نمائندے مصر میں رہتے تھے۔ وہ مجھ سے تو نہ مل سکے' البتہ علی عشاوی سے اُن کی ایک دو بار ملاقات ہوئی۔ ان کی گفتگو علی عشاوی نے میرے سامنے دہرائی۔ اُن کے کہنے کے مطابق سابقہ حکومت کو ختم کرنے میں اخوان کا ہاتھ تھا (یہاں ابراہیم عبود کی فوجی حکومت مراد ہے جو 1964ء میں عوامی دباؤ کے تحت مستعفی ہو گئی تھی) آنے والے انتخابات کے بارے میں وہ بہت پُر امید تھے اور کہتے تھے' آئندہ حکومت اسلامی ہو گی (اور بعد میں مئی 1965ء کے جو انتخابی نتائج سامنے آئے' وہ بہت حوصلہ شکن تھے)

میں نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ اسلام لانے کا یہ طریقہ نہیں۔ اسلام کا غلبہ اسی وقت ممکن ہے جب اس کے لیے وہ کوشش کی جائے جو نیچے سے اصلاح کا کام شروع کرے' خواہ اس میں کتنا ہی وقت لگے اور کتنا ہی انتظار کرنا پڑے۔ اوپر سے نفاذ کے ذریعے اسلام نہیں آئے گا' کیونکہ اس سے پہلے عقیدہ از سرِ نو تازہ کرنا ہو گا اور مقصد تک پہنچنے کا یہی راستہ ہے۔ میں نے اُن سے یہ بھی کہا تھا کہ وہ ان تجربات سے نہیں گزرے' جن سے اخوان گزر چکے ہیں۔ جب وہ ان تجربات سے گزریں گے' تب شاید اُن کی سوچ میں تبدیلی آئے۔

میری گرفتاری سے ایک ہفتہ پہلے اگست میں لیبیا سے تین ساتھی ملنے آئے۔ ان میں سے ایک کا نام یاد ہے۔ طیب نے مصر سے لوٹتے ہوئے مجھ سے ملاقات کی تھی اور بتایا تھا کہ فاتح آپ سے ملنے کا اشتیاق رکھتے ہیں اور کب سے انتظار کر رہے ہیں کہ آپ رہا ہوں تو ملاقات ہو۔

حسبِ وعدہ وہ آئے اور ان کے ساتھ مبروک بھی تھے۔ سب سے پہلے انہوں نے پوچھا کہ منشیہ کے حادثے کی حقیقت کیا ہے۔ وہ یہ ماننے کے لیے تیار نہ تھے کہ ایسا کام اخوان میں سے کوئی کر سکتا ہے۔ پھر عقل یہ باور نہیں کر سکتی کہ ایک شخص اتنی دور سے ریوالور سے گولی چلائے جو ناصر تک پہنچ جائے۔ میں نے اپنی معلومات کے مطابق بتایا کہ اس قصے کے کردار تین ہیں۔ اصلاح دسوقی' ایک کرنل جس کا ابھی انتقال ہوا ہے' اور تیسرا غیر معروف شخص۔

میرے بھائی کو اس ملاقات سے دو روز قبل ہی

گرفتار کیا گیا تھا۔ وہ مجھ سے پوچھنے لگے کہ وہ کس جیل میں رکھے گئے ہیں۔ مجھے کچھ معلوم نہ تھا کہ انہیں کس جیل میں رکھا گیا ہے اور کیوں گرفتار کیا گیا ہے۔ میں جانتا تھا کہ وہ کسی پارٹی کے ممبر ہیں نہ کسی جماعت میں سرگرم۔ میں نے اُن سے یہ بھی کہا کہ اب تو خود میری گرفتاری کا امکان ہے۔ گرفتاریوں کا دائرہ جس تیزی سے پھیل رہا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اخوان سے وابستہ سب ہی پکڑے جائیں گے اور منشیہ کا حادثہ پیش نظر رکھا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ آئندہ بھی کوئی طاقت یا حکومت یا کیمپ حکومت مصر کو اُکسا دے تو ایک بار پھر وہ اخوان کے ساتھ ایسا واقعہ دہرا سکتے ہیں۔

مجھے یہ خبریں بھی ملی تھیں کہ مصری حکومت میری بعض کتابیں ضبط کرنا چاہتی ہے اور آئندہ نئے ایڈیشن نہ چھاپنے دے گی۔ یہ بات ذہن میں رکھتے ہوئے میں نے فاتح سے کہا کہ ضبطی کا واقعہ ہو جائے اور مصر سے باہر کوئی بھی ناشر میری کتابیں چھاپنا چاہے تو اُسے مجھ سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔ انہوں نے کہا کہ وہ لیبیا میں ایک پریس اور کتاب گھر قائم کرنا چاہتے ہیں۔ وہ بھی اس اجازت سے فائدہ اٹھائیں گے۔ اس ادارے کی ایک شاخ بیروت میں ہوگی کیونکہ وہاں درآمد برآمد اور طباعت کی خاطر خواہ سہولتیں موجود ہیں۔ انہوں نے یہ پیشکش بھی کی کہ مصنف کو جو رائلٹی دی جاتی ہے وہ پیشگی دیئے دیتے ہیں۔ کتابیں بعد میں چھپتی رہیں گی۔ میں نے شکریے کے ساتھ اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

جیل سے رہائی کے بعد پچھلے سال ہی ایک شامی اخوانی مجھ سے ملنے آئے تھے۔ وہ لندن میں اپنی تعلیم مکمل کر کے قاہرہ سے گزر رہے تھے۔ انہوں نے شامی الاخوان المسلمون کے سربراہ عصام عطار کا سلام اور رہائی پر اُن کی طرف سے مبارک باد پہنچائی۔ انہوں نے بتایا کہ شامی اخوان کو اندیشہ ہے کہ بعثی انہیں سخت نقصان پہنچانے کے درپے ہیں۔ ان کے استفسار پر میں نے مشورہ دیا کہ وقتی سیاسی ہنگامہ آرائیوں سے دامن بچائیں۔ پارٹی بازی اور اقتدار کی رسہ کشی سے جس قدر ممکن ہو دور رہیں کیونکہ اصل کام کچھ اور ہے اور اس کا میدان اس قدر ہمہ گیر اور بڑا ہے کہ نتائج آہستہ آہستہ دیر سے نکلیں گے۔ یہ میدان ہے اسلامی عقیدے، اقدار، اخلاق اور اسلامی طرزِ عمل کی تعمیر کا تاکہ نیا اسلامی معاشرہ تیار ہو جو اللہ کی مرضی کے مطابق طویل اور صبر آزما جدوجہد میں لگا رہے یہاں تک کہ اسلامی نظام قائم ہو جائے۔

میں نے محسوس کیا تھا کہ شام کے اخوان جماعت کے قیام ہی سے سیاسی اتار چڑھاؤ میں اتنے زیادہ الجھ گئے تھے کہ ان کی تربیت سازی کا کام متاثر ہوا تھا۔ ان کا کہنا تھا کہ اگر ملکی سیاست میں حصہ نہ لیں اور سیاسی واقعات پر اثر انداز نہ ہوں تو ہم کٹ کر رہ جائیں گے۔

عراقی صدر عبدالسلام نے کہا: میں خود سید قطب کو جانتا ہوں۔ اُن کی تفسیر ''فی ظلال القرآن'' جیل میں میری ہمدم تھی۔ اُن کی رہائی کے لیے میں خود ناصر سے بات کروں گا

میں نے ان سے کہا کہ اخوان یا کسی اور اسلامی تحریک کو میدان سے ہٹانے کا جو عمل جاری ہے وہ علاقائی اسباب سے وابستہ نہیں بلکہ اس کا تعلق تو صہیونیوں اور صلیبیوں کی استعماری سازشوں سے ہے جو بہت ہی مہارت سے ایسے حالات کی پرورش کرتے ہیں اور ایسے حادثات اتفاقاً پیش آ جاتے ہیں کہ جب تحریکات پر ہاتھ ڈالا جاتا ہے تو یوں لگتا ہے جیسے فلاں علاقائی سبب سے یہ قدم اٹھانا پڑا۔ ہمارے دشمن دشمنانِ اسلام تو ہیں ہی مگر ان کی خوش قسمتی ہے کہ خود ہمارے اندر سے ہی انہیں ایسے عناصر مل جاتے ہیں جو اس مقصد میں ہاتھ بٹاتے ہیں۔

پچھلے سال ہی رہائی کے بعد سیدہ خیریہ جو استاذ شیخ امجد کی بھتیجی ہیں علاج کے لیے مصر تشریف لائیں۔ علامہ امجد زہاوی عراق کے بڑے عالم اور اسلام کے خادم تھے۔ وہ مجھ سے ملنے آئیں اور امجد زہاوی کی طرف سے سلام اور مبارکباد پہنچائی۔ انہوں نے کہا جب آپ جیل میں تھے اور آپ کی خرابی صحت کی اطلاع شیخ کو ملتی تو وہ بہت کبیدہ خاطر ہوتے۔ ایک مرتبہ وہ عراق کے صدر عبدالسلام عارف سے اسی لیے ملنے گئے۔ صدر عبدالسلام عارف نے کہا کہ میں خود سید قطب کو جانتا ہوں۔ ان کی تفسیر ''فی ظلال القرآن'' جیل میں میری ہمدم تھی اور اُن کی رہائی کے لیے میں خود جمال عبدالناصر سے بات کروں گا۔ خوشی کی بات یہ ہے کہ یہ کوشش کامیاب ہوئی اور آپ کو رہائی ملی۔ جب عبدالسلام عارف قاہرہ سے لوٹ کر بغداد پہنچے تو ایئرپورٹ ہی سے ایک شخص کو پاس بھیجا کہ مبارک ہو کوشش کامیاب ہوئی۔

رہائی کے بعد ہی عزت مآب سفیر عراق متعینہ مصر بھی مجھ سے ملنے آئے اور صدر عبدالسلام عارف کا سلام پہنچایا۔ سفیر نے بتایا کہ صدر کو میری صحت کی بھی فکر ہے۔ اس کے علاوہ بھی کوئی بات جسے وہ پوری کر سکیں ہو تو ضرور بتایئے۔ انہوں نے بتایا کہ صدر عبدالکریم قاسم نے صدر عبدالسلام عارف کو جیل میں ڈالا تھا تو اس وقت وہ ''فی ظلال القرآن'' سے جیل کی تنہائی دور کرتے تھے۔ میں نے اُن کی آمد پر شکریہ ادا کیا اور کہا کہ اگر صدر محترم مناسب خیال کریں تو اپنی کوششیں بروئے کار لا کر اخوان کے دیگر تمام افراد کی رہائی پر زور دیں۔ سفیر محترم نے وعدہ کیا اور اجازت چاہی۔

عرب سربراہ کانفرنس منعقد ہوئی تو اس میں صدر عبدالسلام عارف بھی شریک ہوئے۔ اس موقع پر میں نے انہیں شکریے کا تار بھیجا جس کا جواب انہوں نے خط کے ذریعے دیا مگر وہ خط مجھ تک نہ پہنچنے دیا گیا۔ مجھے اس کا بعد میں اس طرح علم ہوا کہ وہی سفیر جو اب وزیر تعلیم ہو چکے تھے مجھ سے ملنے آئے اور صدر کا ایک تحفہ بھی ساتھ لائے۔ اُن سے معلوم ہوا کہ صدر نے مجھے خط لکھا تھا۔ میں نے صدر کو اپنی کتابوں کا تحفہ بھیجا۔ ایک مجموعہ وزیر محترم کو بھی دیا۔

رہائی کے بعد عراقی اپیل کورٹ کے جج ضیاء شیت خطاب بھی مجھ سے ملنے آئے تھے۔ انہوں نے بھی صدر کی وساطت سے میری رہائی پر لوگوں کی خوشی کا اظہار کیا۔ انہوں نے بتایا کہ عبدالسلام عارف دین دار گھرانے کے فرد ہیں اور خود بھی دین دار ہیں۔ پھر اُن کے بھانجے جن کا نام شاید حازم تھا میرے پاس آئے اور اپنے ماموں محمود شیت خطاب کا سلام پہنچایا۔ ان کی ایک تصنیف بھی دی جس کا نام تھا ''محمدؐ: قائد''۔ میں نے شکریہ ادا کیا اور کچھ کتابیں تحفۃً دیں۔

چھ ماہ ہوئے سعودی ریڈیو کا ایک رجسٹرڈ خط جس کے ساتھ 13 پونڈ کا چیک بھی تھا موصول ہوا۔ خط سے معلوم ہوا کہ یہ رقم مجھے میری تفسیر کے اقتباسات پر مشتمل ریڈیائی پروگرام کے بدلے میں بھیجی جا رہی ہے۔ جو شعبان سے رمضان تک (1385ھ) قسط وار نشر ہوا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ سعودی ریڈیو میری کتاب کے اقتباسات کئی سال سے نشر کرتا رہا تھا۔ میں نے حکومتِ مصر سے رابطہ قائم کر کے پوری تفصیل سنا دی تاکہ بدگمانی پیدا نہ ہو۔ متعلقہ افسر نے میرا تحریری بیان لیا اور مجھے معاوضہ طلب کرنے میں حق بجانب قرار دیا۔

اس کے بعد میں نے وہ رقم بھی وصول کی اور سعودی وزیر اطلاعات ونشریات کو خط بھی لکھا کہ میرا اور بھی معاوضہ آپ لوگوں کے ذمہ ہے وہ بھی مجھے ملنا چاہئے۔ اس خط کی ایک کاپی حکومت کو بھیج دی مگر سعودی وزیر نے جواب نہ دیا۔

اسی برس قاہرہ میں علماء کی کانفرنس ہوئی۔ عالم اسلام کے نمائندے اس میں شریک ہوئے۔ الجزائر کے نمائندے نے زینب الغزالی کے گھر سے مجھے ٹیلی فون کر کے وقت لیا اور پھر ملنے آئے۔ انہوں نے ان نظریاتی لہروں کا تذکرہ کیا جو الجزائر کے حالات اور اسلام سے وابستگی پر اثر انداز ہو رہی ہیں۔ وہ کہنے لگے کہ انقلاب کامیاب ہی اسلام کے نام پر ہوا ہے۔ قوم اسلام سے وابستگی رکھتی ہے مگر اسکے تقاضوں سے ناواقف ہے کیونکہ مغربی اقدار نے پوری کوشش کی کہ یہ قوم اپنے عقیدے سے غافل اور اسلام سے دور رہے۔ (جاری ہے)

زندگانی جس کو کہتے ہیں فراموشی ہے یہ

محبوب الحق عاجز

کبھی کبھی ایسا لگتا ہے کہ ہم چشم بینا رکھنے کے باوجود نابینا اور بصیرت کی نگاہ محروم ہیں۔ ہم شب و روز زندگی کی فنائیت کا مشاہدہ کرتے ہیں لیکن یہ حقیقت ہمارے دلوں میں جاگزیں نہیں ہوتی۔ حالانکہ زندگی خود ہی اپنی ناپائیداری کا اعلان کرتی ہے۔ آئے روز ہمارے پیاروں کی موت کی صدا بلند ہوتی ہے۔ وہ کہ جن کا شوقِ دیدار ہمیں بے چین رکھتا ہے' جن کے وصل کے اشتیاق میں ہم بے تاب ہوتے ہیں' جن سے ملاقات کی امید ہمیں سہارا دیتی ہے' جن سے مل کر ہم خوشی اور سکون پاتے ہیں۔ جب اجل آجاتی ہے' خدا کا فرستادہ اُن کی روح قبض کر لیتا ہے۔ ہم اپنے سامنے اُن کی روح اور جسم کی جدائی کا منظر دیکھتے ہیں۔ پھر ہم خود اپنے ہی ہاتھوں انہیں منوں مٹی کے ڈھیر تلے دفن کر دیتے ہیں۔

قرآن حکیم جابجا حیات دنیوی کی بے ثباتی کو بیان کرتا ہے۔ اُس کے مطابق یہ زندگی متاعِ غرور ہے۔ اس کی مثال لہلہاتے کھیت کی سی ہے جس کا سبزہ و شادابی مقررہ وقت پر ختم ہو جاتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''دنیا کی زندگی کی مثال وہی ہے' جیسے ہم نے آسمان سے پانی اتارا۔ پھر اُس سے زمین کی نباتات اُگیں۔ یہاں تک کہ جب زمین پُر رونق اور مزین ہوگئی اور زمین والوں (کاشتکاروں) نے یہ خیال کیا کہ اب یہ ہمارے ہاتھ لگے گی' ناگاہ اُس پر دن یا رات کو ہمارا حکم پہنچا۔ پھر ہم نے اُس کو کاٹ کر ڈھیر بنا دیا۔ گویا یہاں آبادی تھی ہی نہیں! اسی طرح ہم کھول کر نشانیاں بیان کرتے ہیں' اُن لوگوں کے لیے جو غور و فکر کرتے ہیں۔''
(یونس:24)

دنیا میں بہت بڑی تعداد میں ایسے لوگ موجود ہیں' جو خدا کے انکاری ہیں۔ اُس کے انبیاء اور شریعت کے منکروں کی بھی کمی نہیں۔ جزاء سزا کے عقیدہ کی تکذیب کرنے والوں کا بھی شمار نہیں۔ مگر زندگی کی ناپائیداری سے انکار کی کسی کو مجال نہیں۔ بلاشبہ زندگی عارضی اور اس کی بہار چند روزہ ہے۔ گلشنِ ہستی کی رنگینی ناپائیدار ہے۔ ایک وقت ہوتا ہے جب یہ گلشن آباد ہوتا ہے۔ زندگی بہاروں سے آراستہ ہوتی ہے۔ پھول کھلے ہوتے ہیں۔ اُن کی مہکار سے فضا معطر ہوتی ہے۔ پھر اچانک سماں بدلتا ہے۔ بہاریں رخصت ہو جاتی ہیں اور خزاں ڈیرے ڈال دیتی ہے۔ گلہائے رنگارنگ مرجھا جاتے ہیں۔ کونپلیں اور شگوفے سوکھ جاتے ہیں۔ خوشنما پھولوں کی مہک' خوشبو کے سلسلے اور روح پرور مہکتی فضائیں بیتے لمحوں کا عنوان بن جاتی ہیں۔ چمن کا حسن اور سبزہ و شادابی غارت ہو جاتے ہیں۔ بے شک یہی دنیا کی زندگی کی حقیقت ہے۔ حکیم الامت علامہ اقبال اس حقیقت کو یوں پیش کرتے ہیں۔

زندگی انسان کی اِک دم کے سوا کچھ بھی نہیں
دم ہوا کی موج ہے' رم کے سوا کچھ بھی نہیں
گل تبسم کہہ رہا تھا زندگانی کو مگر
شمع بولی' گریۂ غم کے سوا کچھ بھی نہیں

اور ''گورستان شاہی میں'' کہتے ہیں۔

زندگی انسان کی ہے مانندِ مرغِ خوش نوا
شاخ پہ بیٹھا کوئی دم' چہچہایا' اُڑ گیا
آہ! کیا آئے ریاضِ دہر میں ہم' کیا گئے
زندگی کی شاخ سے پھوٹے' کھلے' مرجھا گئے
موت ہر شاہ و گدا کے خواب کی تعبیر ہے
اس ستم گر کا ستم انصاف کی تصویر ہے

انسان بڑا ظالم اور نادان ہے۔ وہ بہارِ ہستی کی بے ثباتی کا ادراک رکھنے کے باوجود اِس حقیقت سے آنکھیں چراتا ہے۔ وہ ''چھوٹی'' سی زندگی میں بڑی بڑی آرزوئیں اور تمنائیں کرتا ہے' خوشحال مستقبل کے خواب دیکھتا ہے' اپنے حسین خوابوں کی تعبیر کے لیے طویل المیعاد منصوبہ بندی کرتا ہے' خیالات کے بلند و بالا محلات تعمیر کرتا ہے' نجی اور خاندانی زندگی کو پُر آسائش بنانے اور معیارِ زندگی کو بلند کرنے کے لیے پلاننگ کرتا ہے۔ اولاد کے شاندار مستقبل اور کیریئر کی سوچ' رہنے کو عالیشان گھر کا خیال' کاروبار کو وسعت اور ذریعہ معاش کو ترقی دینے کی فکر اور کثیر سرمایے کے حصول کی دُھن اُس پر کچھ اس طور سے سوار ہوتی ہیں کہ وہ دنیا بھر کے خزانوں کو سمیٹ لینا چاہتا ہے' تاکہ وہ مطمئن پُرسکون زندگی بسر کر سکے۔ حالانکہ حقیقت اِس کے برعکس ہے۔ سکون اور خوشحالی کا راز دولتمندی میں نہیں' قناعت میں ہے۔ انسان کبھی مطمئن نہیں ہو سکتا' جب تک کہ وہ قناعت اور شکر گزاری کو اپنا شعار نہ بنالے۔ اُس کو دنیا بھر کی دولت بھی ہاتھ آجائے پھر بھی اُس کی حرص و ہوس کی آگ نہیں بجھ سکتی۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے انسان کی اسی نفسی کمزوری کے متعلق فرمایا:

''اگر ابن آدم کو مال کی دو وادیاں بھی مل جائیں' تو وہ تیسری چاہے گا۔ اُس کے پیٹ کو تو سوائے قبر کی مٹی کے اور کوئی چیز نہیں بھر سکتی۔ اور اللہ توبہ کو قبول فرماتا ہے۔''
(متفق علیہ)

یہ حرص و ہوس انتہائی تباہ کن اثرات رکھتی ہے۔ اس کے نتیجے میں انسان کی آنکھوں پر غفلت اور فراموشی کی دبیز پٹیاں پڑ جاتی ہیں۔ زندگی کی حقیقت اور اُس کا انجام اُس کی نگاہوں سے اوجھل رہتا ہے۔ وہ دنیا کی ظاہری چمک دمک ہی کو سب کچھ سمجھ بیٹھتا ہے۔ یہاں کی آسائش و رہائش' کھانا پینا اوڑھنا اور پیسہ کمانا اُس کے علم و تحقیق کی جولاں گاہ قرار پاتی ہے۔ اُسے موت کا خیال تک نہیں آتا۔ اُسے احساس ہی نہیں ہوتا کہ اس زندگی کی تہہ میں ایک اور ابدی زندگی کا راز چھپا ہے' جہاں اُسے اپنے بھلے بُرے عمل کا حساب دینا ہے۔ وہ جزاء سزا سے قطعی غافل رہتا ہے۔ کتاب زندہ میں ارشاد ہوتا ہے:

اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ o حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ o كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ o ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ o
(سورۃ التکاثر)

یعنی ''غفلت میں رکھا تم کو کثرت کی حرص نے۔ یہاں تک کہ تم نے قبریں جا دیکھیں۔ ہرگز نہیں' تم ضرور جان لوگے' پھر ہرگز نہیں تم ضرور جان لوگے.....''

> حرص و ہوس انتہائی تباہ کن اثرات رکھتی ہے۔ اس کے نتیجے میں دنیا کی آسائش و رہائش' کھانا پینا' اوڑھنا اور پیسہ کمانا انسان کے علم و تحقیق کی جولاں گاہ قرار پاتی ہے۔ اسے احساس ہی نہیں ہوتا کہ اس زندگی کی تہہ میں ایک اور ابدی زندگی کا راز چھپا ہے جہاں اسے اپنے بھلے برے عمل کا حساب دینا ہے

شاعر مشرق بجا فرماتے ہیں۔

زندگانی جس کو کہتے ہیں فراموشی ہے یہ
خواب ہے' غفلت ہے' سرمستی ہے' بے ہوشی ہے یہ

انسان کی عمر عزیز کی ساعتیں اسی غفلت میں گزرتی جاتی ہیں' پھر جب موت کا پروانہ آ جاتا ہے' تب اُس کی ساری کی ساری منصوبہ بندی دھری رہ جاتی ہے' پلاننگ فیل اور عزائم ناکام ہو جاتے ہے' آرزوئیں ناتمام' اور پروجیکٹ اُدھورے رہ جاتے ہیں۔

اب جب کہ موت اُس کے سامنے سینہ پھلائے کھڑی ہوتی ہے۔ اُس کی بصیرت کی آنکھ کھلتی ہے' اور اُس پر فکر کے دریچے وا ہوتے ہیں۔ اب اُسے خیال آتا ہے کہ اُس کی تجارت خسارے کا شکار رہی۔ اُس نے تو متاع غرور کا سودا کیا۔ ذوق گل بوسی میں وہ کانٹوں سے زبان چھلنی کر بیٹھا۔ اُس پر یہ حقیقت کھلتی ہے کہ مال و دولت دنیا' جسے حاصل کرنے کے لیے اُس نے طرح طرح کے حیلے اختیار کیے تھے' غبن' رشوت اور سود خوری کا سہارا لیا تھا' مکر و دغا کا راستہ اپنایا تھا' وہ آج اُس کے کچھ کام نہ آیا۔ وہ اولاد جن کی بہبود کے خیال سے اُس نے حلال و حرام میں امتیاز کیا تھا نہ حق و باطل میں تمیز کی تھی' جس کے مفاد اور ترقی کی خاطر اُس نے بار ہا غلط بیانی سے کام لیا تھا' حق و انصاف کا خون کیا تھا' آج اُسے موت کی تلخی سے نہ بچا سکی۔ وہ عالیشان مکانات' وہ کوٹھیاں اور عشرت کدے جو اُس نے بڑے ذوق و شوق اور چاہت سے بنوائے تھے' جن کی تزئین و آرائش پر اُس نے پانی کی طرح پیسہ بہایا تھا' جن میں سکونت اُس کے لیے باعثِ فرحت اور وجہ افتخار ہوا کرتی تھی' آج اُسے کوئی فائدہ نہ پہنچا سکے۔ وہ رشتہ دار اور دوست احباب' جو اُس کی ایک آواز پر لبیک کہتے تھے' جن کی رفاقت اور دوستی پر اُسے بڑا مان تھا' آج اُن کی بھی کچھ نہ چل سکی ع میرے کام کچھ نہ آئی یہ کمال نے نوازی۔ اُسے مال و دولتِ دنیا اور رشتہ ناطے بُتانِ وہم و گمان نظر آتے ہیں' اور اپنی عمر دراز خواب دکھائی دیتی ہے۔ اُسے خیال آتا ہے کہ وہ جسے زندگی سمجھتا تھا' زندگی نہ تھی' زندگی کا وقفہ تھا۔ اُسے اپنے بچپن کا زمانہ' عہد شباب اور عالم پیری محض ایک پل محسوس ہوتے ہیں۔ وہ سوچتا ہے کہ حیاتِ چند روزہ سے دل لگانا بے سود تھا۔ وہ جب اپنی زندگی کی تصویر پر نگاہ ڈالتا ہے' تو نافرمانیوں اور سیہ کاروں کا پہاڑ دکھائی دیتا ہے۔ اُسے سخت افسوس ہوتا ہے کہ زندگی بے مقصدیت میں کٹ گئی۔ دورِ ہستی اکارت گزر گیا۔ حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

> جو شخص بھی مرے گا اُس کو ندامت اور پشیمانی ضرور ہو گی۔ صحابہ نے پوچھا: اے اللہ کے رسولؐ' اُس کی ندامت کیا ہوگی۔ فرمایا: اگر نیکوکار ہوگا تو اُس کو اِس بات پر ندامت ہوگی کہ اُس نے نیکوکاری میں اور زیادہ ترقی کیوں نہیں کی۔ اور اگر وہ بدکار ہوگا تو اُس کو ندامت اور پچھتاوا اِس بات پر ہوگا کہ وہ بدکاری سے باز کیوں نہیں رہا۔ (رواہ الترمذی)

شدید مایوسی' ندامت اور پچھتاوے کی کیفیت میں وہ چاہتا ہے کہ اے کاش! اجل ٹھہر جائے' اُسے کچھ اور مہلت عمل دے دی جائے' کہ وہ زاد راہ لے لے' اعمال صالحہ کے پھول چن لے' اطاعت الٰہی کا عطر چھڑک لے' سنت کی پنکھڑیوں کا ہار گلے میں سجا لے' مگر اب ایسا کہاں' مہلت عمل کیسی' وہ تو جو ملنی تھی' مل چکی' اب تو اُس پر توبہ کا دروازہ بھی' جو تمام عمر کھلا رہا' بند ہو جاتا ہے۔ وہ کفِ افسوس ملتا ہے اور اُس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر جاتی ہے۔

کیا عشق ایک زندگی مستعار کا
کیا عشق پائیدار سے ناپائیدار کا
وہ عشق جس کی شمع بجھا دے اجل کی پھونک
اُس میں مزہ نہیں تپش و انتظار کا

❁ ❁ ❁ ❁ ❁

کیا یہ آزادی ہے؟

درج ذیل نظم نیشنل بک فاؤنڈیشن نے شائع کی ہے اور یہ فیڈرل گورنمنٹ کے فرسٹ ایئر کے انگلش کے نصاب میں شامل کی گئی۔ اس نظم کی سطور کے پہلے حروف کو ترتیب سے لکھا جائے تو President George W.Bush بنتا ہے۔ یہ نظم صدر امریکہ کی شان میں قصیدہ ہے۔ اور اس میں انہیں عظیم قائد قرار دیا گیا ہے۔ نظم پڑھیے اور فیصلہ کیجئے کہ ہم 1947 سے پہلے زیادہ غلام تھے یا اب زیادہ ہیں۔ (ادارہ)

THE LEADER

Patient and steady with all he must bear,
Ready to meet every challenge with care,
Easy in manner, yet solid as steel,
Strong in his faith, refreshingly real,

Isn't afraid to propose what is bold,
Doesn't conform to the usual mold,
Eyes that have foresight, for hindsight wont do,
Never backs down when he sees what is true,
Tells it all straight, and means it all too.

Going forward and knowing he's right,
Even when doubted for why he would fight,
Over and over he makes his case clear
Reaching to touch the ones who won't hear.

Growing in strength, he won't be unnerved,
Ever assuring he'll stand by his word.

Wanting the world to join his firm stand,
Bracing for war, but praying for peace,
Using his power so evil will cease:
So much a leader and worthy of trust,
Here stands a man who will do what he must.

(Anonymous)

یادوں کی تسبیح

مری صُراحی سے قطرہ قطرہ نئے حوادث ٹپک رہے ہیں میں اپنی تسبیح روز و شب کا شمار کرتا ہوں دانہ دانہ

قاضی عبدالقادر

ہم میٹرک ہی میں تھے۔ چھوٹے سے فلیٹ میں رہتے تھے۔ سڑک کی جانب بالکونی تھی۔ ہم ہوا کھانے کے لیے شام کے وقت بالکونی میں کھڑے ہو جاتے تھے۔ سڑک کے سامنے دوسری جانب ایک چھوٹی سی تین منزلہ عمارت تھی جو بمبئی کے ایک سیٹھ کی تھی جس میں وہ مع فیملی رہائش پذیر تھے۔ ہمارے والد صاحب اُن سیٹھ صاحب کے ہاں جایا کرتے تھے' جن کی عمر کوئی ساٹھ سال کی ہوگی۔ بڑا بیٹا کھوری گارڈن پر کاروبار سنبھالے ہوئے تھا۔ والد صاحب ایک روز مجھے بھی ان کے ہاں لے گئے۔ انہوں نے بڑی شفقت کے ساتھ بٹھایا' اور خواہش ظاہر کی کہ میں روز صبح ان کی خدمت میں حاضری دے کر اخبار میں سے خبریں پڑھ کر سنایا کروں۔ چنانچہ ان کی فرمائش کے مطابق میں روز جاتا' اخبار سے خبریں پڑھ کر سناتا' اتنے میں ان کے اور میرے لیے ناشتہ آ جاتا' پراٹھے اور انڈہ (ہاف فرائی یا آملیٹ)۔ پاکستان آ کر تو ہم ایسے ناشتے کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ اس طرح ہم روز جاتے تھے اور اخبار سے خبریں سنا کر ناشتہ بھی کرتے تھے۔ یہ ہمارا معمول بن گیا تھا۔

پھر جب میرا تحریک سے تعارف ہوا اور جماعت اسلامی کے حلقہ میں اٹھنا بیٹھنا ہوا تو میں نے سیٹھ صاحب کے ہاں ناشتہ پر جانا بالکل ہی بند کر دیا...... اور پھر میری ''شادی'' ہوگئی۔ سولہ سال کی عمر میں ''شادی''!...... تعجب نہ کیجئے...... جی ہاں میری ''شادی'' ہوگئی...... لیکن کس کے ساتھ؟...... تحریک کے ساتھ......!! تحریک جو میری جان تھی' میری آن تھی' میری شان تھی...... جی ہاں اُس کے ساتھ! آپ بھی کیا کہیں گے۔

حدیں آفاق کی چھولی ہیں میں نے
بہت آپے سے باہر ہو گیا ہوں

......اور......

صد سالہ دورِ چرخ تھا ساغر کا ایک جام
نکلے جو میکدہ سے تو دنیا بدل گئی

نماز روزہ سے تو ہم کتاب ''توبۃ النصوح'' پڑھ کر بچپن ہی سے پابند ہو گئے تھے لیکن اور بہت سی دینی باتوں کا مطلق علم نہیں تھا۔ رمضان کا مہینہ تھا' ہم حسب معمول روزہ سے تھے۔ نصف رمضان سے زائد گزرنے کے بعد ہم نے دیکھا کہ پاکستان مسجد کے ہال کے ایک کونے میں چادر تنی ہوئی ہے۔ ہم یہ سمجھے کہ امام صاحب جو پٹھان تھے تو صوبہ سرحد سے ان کے گاؤں سے مہمان آئے ہوں گے۔ کوئی خاتون بھی ساتھ ہوں گی جن کے ٹھہرانے کے لیے حجرہ وغیرہ میں بندوبست نہ ہو سکا ہوگا۔ اس لیے ان محترمہ کے قیام کے لیے عارضی طور پر مسجد میں چادر تان کر انتظام کیا گیا ہوگا...... (شاید کچھ دیر بعد چلی جائیں) ارے آپ میرے اس ''خیال شریف'' پر ہنس کیوں رہے ہیں!...... آپ ہی جیسے بزرگوں کی زبانی بعد میں پتہ چلا کہ اس ''چادر تانی'' کا نام دراصل اعتکاف ہے جو رمضان کے آخری عشرہ میں کیا جاتا ہے۔ تو ہمیں اپنے خیال پر بہت ہنسی آئی...... یہ تو آپ نے سنا ہی ہوگا کہ ایک شخص تین بار ہنسا کرتا تھا۔ لوگوں نے پوچھا: یہ تین بار ہنسنے کی وجہ؟ ارشاد فرمایا کہ ایک دفعہ تو میں کسی بات پر سب کے ساتھ ہنستا ہوں چاہے بات سمجھ میں نہ آئی ہو۔ دوسری بار اس وقت ہنستا ہوں جب واقعی بات سمجھ میں آتی ہے کہ اچھا اس نے ایسا کہا تھا۔ اور تیسری بار اپنی بیوقوفی پر ہنستا ہوں کہ یار بات سمجھے نہیں تھے اور سب کے ساتھ یونہی ہنس دیئے! اب آپ کیوں ہنس رہے ہیں' اور ہاں کون سے نمبر کی ہنسی ہنس رہے ہیں!!

ہنسا ہنسا کے گرانا تو سب کو آتا ہے
مزہ تو جب ہے کہ ہنستے کو تھام لے ساقی

o o o

کراچی جمعیت کی عمارت (امارت نہیں) اس زمانہ میں درحقیقت تین Pillars پر قائم تھی۔ ہر Pillar اپنی جگہ مضبوط تھا اور اپنی خاص ساخت رکھتا تھا۔ (پروفیسر) خورشید احمد بھائی ناظم تھے۔ وہ اکیڈمک قسم کے آدمی تھے۔ خرم بھائی مربیانہ مزاج رکھتے تھے جبکہ راجہ بھائی (ڈاکٹر ظفر اسحٰق انصاری) ''ہرفن مولا'' تھے۔ اکیڈمک بھی تھے' مربی بھی تھے اور سب سے بڑی بات یہ کہ بہت عمدہ فیلڈ ورکر تھے۔ اردو اور انگریزی زبانوں کی تحریر پر انہیں سب سے زیادہ عبور حاصل تھا۔ ہر وقت متحرک (موبائل) رہتے تھے۔ خرم بھائی رفقاء کی تربیت کے نت نئے پروگرام بناتے رہتے تھے لیکن عموماً رفقاء کے ساتھ کچھ لیے دیئے سے رہتے تھے۔ خورشید بھائی چونکہ کچھ زیادہ ہی اکیڈمک آدمی تھے اس لیے اُن کا بھی عموماً رفقاء کے ساتھ کچھ فاصلہ ہی رہتا تھا' بہت زیادہ گھلتے ملتے نہیں تھے لیکن ذہین طلبہ (جو امتحانات میں پوزیشن لیتے تھے) کے ساتھ زیادہ قربت رکھتے تھے۔ رہے ہمارے راجہ بھائی' تو وہ ہر وقت رفقاء میں گھلے ملے رہتے تھے۔ یوں تو کراچی جمعیت کی تعمیر میں تینوں کا Contribution اپنی اپنی جگہ ہے لیکن میرے نزدیک زیادہ حصہ راجہ بھائی کا ہے۔

صحیح مہینہ یاد نہیں لیکن 1951ء کے اوائل ہی میں میری جمعیت کی رکنیت کی منظوری مرکز سے آ گئی۔ اس وقت ناظم اعلیٰ (ڈاکٹر) محمد نسیم صاحب تھے' جو کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج کے طالب علم تھے۔ یہ دوسرے ناظم اعلیٰ تھے۔ پہلے ناظم اعلیٰ یعنی بانی ناظم اعلیٰ برصغیر کے معروف صحافی اور جماعت اسلامی کی مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن ملک نصر اللہ خاں عزیز مرحوم کے صاحبزادے ملک ظفر اللہ خاں صاحب ہوتے تھے' جنہیں ہم لوگ اب' بابائے جمعیت'' کے نام سے پکارتے ہیں۔ ماہنامہ ''اردو ڈائجسٹ'' انہوں نے اور الطاف حسن صاحب نے مل کر نکالا تھا۔ وہ اب بھی اس کے مدیر ہیں۔

کراچی میں جمعیت یوں قائم تو 1948ء میں ہوگئی تھی لیکن فعال خاصی دیر بعد ہوئی۔ مجھے جہاں تک یاد پڑتا ہے' میں اس کا بارھواں (12) رکن تھا یعنی ''جمعیت الیون'' کے بعد ایکسٹرا تھا۔ خورشید بھائی ہمارے ناظم تھے۔ ان سے پہلے ضمیر احمد صاحب اور خرم بھائی ناظم رہ چکے تھے۔ ارکان کا اجتماع ان کے فلیٹ کے کمرہ میں ہوا کرتا تھا۔ دراصل وہی ہمارے ملنے جلنے کی جگہ تھی۔ ایک طرح سے وہی ہمارا دفتر بھی تھا۔ کارکنوں کے اجتماع کے لیے بڑی جگہ مطلوب تھی' سو راجہ بھائی کے ڈرائنگ روم سے کرسیاں و

صوفے وغیرہ ایک طرف کر کے وہاں منعقد ہو جاتا تھا۔ کبھی کبھی تھوڑی دیر کے لیے راجہ بھائی کے والد مولانا ظفر احمد انصاری صاحب بھی اجتماع میں آ کر بیٹھ جاتے تھے۔ موصوف تحریک اسلامی کے بڑے ہمدرد تھے۔ ان کے بارے میں تفصیلات کا ذکر بعد میں ہوگا۔ ان کا مکان بندر روڈ (ایم اے جناح روڈ) پر مرکزی جگہ واقع تھا۔ ایک

اکتوبر 1948ء میں حکومت نے بے سروپا الزامات لگا کر مولانا مودودی کو گرفتار کرلیا تاکہ ''مطالبہ نظام اسلامی'' کی آواز دب جائے' لیکن وہ اور بھی زیادہ شدت سے ابھری کہ حکومت کے ہاتھ پاؤں پھول گئے

عمارت کی پوری اوپر کی منزل انہیں الاٹ ہوگئی تھی۔ مسلم لیگ کے اکابرین بھی یہاں آتے رہتے تھے۔ سنا ہے پاکستان کے پہلے وزیراعظم نوابزادہ لیاقت علی خان بھی یہاں آ چکے تھے۔ اس مکان کا نمبر 12/18 تھا' اس لیے رفقاء میں یہ جگہ ''بارہ بٹا اٹھارہ بندر روڈ'' کے نام سے معروف تھی۔ شام کو تقریباً روزانہ نشست ہوتی تھی جس میں مولانا ماہر القادری' اسماعیل احمد مینائی صاحب اور نظامی دواخانہ کے حکیم نظامی صاحب کے علاوہ شہر کے معروف سیاستدان' صحافی وغیرہ شرکت کرتے تھے۔ میں بھی کبھی کبھی وہاں چلا جاتا تھا۔

اردو کالج کے اساتذہ وغیرہ میں بہت سے اسلام پسند حضرات موجود تھے۔ انتظامیہ کی جانب سے جمعیت کو وہاں پر اپنا ہفتہ وار اجتماع عام کرنے کی اجازت مل گئی جو وہاں پر ایک بڑے کمرے میں ہوتا تھا۔ اس میں ہم لوگ پابندی سے شرکت کرتے تھے۔ اردو کالج میں یوں تو اساتذہ میں جماعت اسلامی کے پروفیسر عبدالغفور احمد صاحب بھی تھے لیکن ہمیں وہاں اصل مدد پروفیسر جلیل الدین احمد خان صاحب اور پروفیسر شرافت علی ہاشمی صاحب سے ملی۔ اوّل الذکر انگریزی کے شعبہ کے سربراہ تھے اور موخر الذکر کامرس کے شعبہ کے..... پروفیسر جلیل الدین احمد خان صاحب جمعیت کے خصوصی مرّبی بھی تھے جنہوں نے جمعیت کے لوگوں کی تربیت اور قدم قدم پر رہنمائی میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ ان کا دستِ شفقت ہم پر ہر وقت رہتا تھا۔

اردو کالج میں پروفیسر جلیل الدین احمد خان صاحب کے علاوہ ایک اور شخصیت پروفیسر قمر الدین صاحب کی تھی۔ دونوں کا تعلق علی گڑھ یونیورسٹی سے تھا۔ پروفیسر قمر الدین خان صاحب اردو کالج میں اسلامیات کے استاد تھے جبکہ شعبہ کے سربراہ مولانا منتخب الحق صاحب ہوتے تھے۔ قمر الدین خان صاحب آل انڈیا مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن (مسلم لیگ کا ذیلی ادارہ) کے جنرل سیکرٹری بھی رہے تھے۔ بعد میں وہ مولانا مودودی کی تحریروں سے متاثر ہوئے اور مولانا مودودی کے پاس دارالاسلام پٹھان کوٹ (پنجاب) چلے گئے۔ مولانا مودودی نے انہیں ناظم شعبۂ تنظیم بنا دیا۔ بعد میں نہ معلوم کیا وجہ ہوئی کہ انہیں جماعت سے خارج کر دیا گیا۔ پھر میاں طفیل محمد صاحب نے جماعت کے پہلے قیم کی حیثیت سے کام کرنا شروع کر دیا۔

اردو کالج میں پروفیسر جلیل الدین احمد خان صاحب (جو علی گڑھ ہی سے مولانا مودودی کی تحریروں سے متاثر ہی نہیں ان کے عاشق بھی تھے) اور پروفیسر قمر الدین خان صاحب دو مخالف سمتوں کے آدمی تھے۔ پروفیسر جلیل الدین احمد خان صاحب نے جہاں اسلامی جمعیت طلبہ کی سرپرستی فرمائی' پروفیسر قمر الدین احمد خان صاحب طلبہ کی ایک اور جماعت مجلس اسلامیات کے سرپرست بن گئے' جس کے صدر میر معظم علی علوی ہوتے تھے۔ اس کے اجتماعات میٹھا رام ہاسٹل میں منعقد ہوتے تھے لیکن یہ تنظیم زیادہ دن چلی نہیں' اور پھر معظم علی علوی صاحب بھی مستقل لندن سدھار گئے۔ اللہ اللہ خیر صلاّ!

میں فرسٹ ایئر کامرس میں ہوتا تھا۔ پروفیسر جلیل الدین احمد خان صاحب ہمیں انگریزی پڑھاتے تھے۔ لیکن انہوں نے کتاب تو ایک طرف رکھ دی تھی اور سال کے ایک بڑے حصہ تک اسلام اور مغربی تہذیب کے تصادم اور اس سے پیدا شدہ مسائل نیز ''پردہ'' کے مسئلہ پر کلاس میں لیکچر دیا کرتے تھے۔ لڑکے بڑی دلچسپی سے یہ لیکچرز سنتے تھے' جو ان کے فکری تعمیر میں معاون ثابت ہو رہے تھے۔ ''پردہ'' پر جب لیکچرز ہو رہے تھے تو میں نے یہ کیا کہ اس موضوع پر مولانا مودودی کی تین عدد کتب خریدیں اور کلاس کے ساتھیوں کو پڑھانی شروع کر دیں تاکہ مسئلہ اچھی طرح ان کے ذہن نشین ہو جائے۔ پروفیسر جلیل الدین صاحب کلاس میں اسلامی نظام کے لیے جو تخم ریزی کر رہے تھے' اس کے نہایت اچھے اثرات مرتب ہوئے اور ہم نے اس سے پورا فائدہ اٹھانے کی کوشش کی۔ اس سے جمعیت کے ہفتہ وار اجتماع کی حاضری میں بھی اضافہ ہوا۔ واضح رہے کہ پروفیسر جلیل الدین صاحب شرعی داڑھی رکھتے تھے اور اسلام کے لیے ایک برہنہ تلوار تھے۔ کالج میں جو چند ملحد اور ''ترقی پسند'' قسم کے اساتذہ تھے' ان کا چراغ جلیل الدین خان صاحب کے سامنے نہیں جل سکتا تھا۔ ان کا ایک طرف اسلام اور دوسری طرف مغربی تہذیب کا بڑا گہرا مطالعہ تھا۔

تحریک اسلامی سے میرے تعارف سے قبل ملک میں ایک زوردار ''مطالبۂ نظام اسلامی'' کی مہم چل چکی تھی' جس کے نتیجہ میں 12 مارچ 1949ء کو حکومت نے سرِ تسلیم خم کر کے ''قراردادِ مقاصد'' منظور کی۔ یہ تحریک کی بہت بڑی فتح تھی لیکن اس سے قبل اکتوبر 1948ء میں حکومت نے بے سروپا الزامات لگا کر مولانا مودودی کو گرفتار کرلیا تاکہ ''مطالبہ'' کی آواز دب جائے لیکن وہ اور بھی زیادہ شدت سے ابھری کہ حکومت کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔

گر اک چراغِ حقیقت کو گل کیا تم نے
تو موجِ دُود سے صد آفتاب ابھریں گے

28 مئی 1950ء کو ایک قانونی مجبوری کے تحت حکومت نے مولانا مودودی اور ان کے دو رفقاء کار مولانا امین احسن اصلاحی اور میاں طفیل محمد کو رہا کر دیا۔ (جاری ہے)

فلک سیر (ٹورسٹ) ریزورٹ ساگر ریسٹورنٹ ملم جبہ' سوات

9,600 فٹ بلندی پر واقع وادی سوات کے نہایت دلفریب اور پرفضا مقام **ملم جبہ** میں قیام وطعام کی بہترین سہولتوں سے آراستہ

جدید تعمیر شدہ شاندار ہوٹل

مینگورہ سے چالیس کلومیٹر کے فاصلے پر اور سیاحت کارپوریشن پاکستان کی چیئر لفٹ سے چار کلومیٹر پہلے کھلے' روشن اور ہوادار کمرے' نئے قالین' عمدہ فرنیچر' صاف ستھرے ملحقہ غسل خانے' اچھے انتظامات اور اسلامی ماحول

رب کائنات کی خلاقی و صناعی کے پاکیزہ و دلفریب مظاہر سے قلب و روح کو شاد کام کرنے کا بہترین موقع

تحریکی بھائیوں کے لئے خصوصی رعایت

فلک سیر کارپوریشن' جی ٹی روڈ امانت کوٹ' مینگورہ سوات

فون دفتر: 0946-725056' ہوٹل: 0946-835295' فیکس: 0946-720031

عدلیہ اور بار کی بے وقعتی

جسٹس قیوم کا کڑوا سچ

ارشاد احمد حقانی

دنیاوی لحاظ سے با اثر اور اعلیٰ حلقوں میں علائق رکھنے والا کوئی آدمی تمام مصلحتوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے سچ اور کھرا سچ بیان کرے تو ہم جیسے لوگوں کی جو سال ہا سال سے نہیں عشروں سے سچ کی بالادستی دیکھنے کے متمنی رہے' خصوصی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ سپریم کورٹ بار ایسوسی ایشن کے نئے صدر جسٹس (ر) ملک محمد قیوم نے اگلے روز پاکستان بار کونسل کے نومنتخب عہدیداروں کے اعزاز میں ایک استقبالیہ دیا جس میں انہوں نے ایسی سچی اور کھری باتیں کہیں جن کی داد نہ دینا بے انصافی ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ بار (وکلاء برادری) کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اعلیٰ عدالتوں کے وقار میں اضافے کے لیے اپنا کردار ادا کرے لیکن اس ضمن میں خود عدلیہ کا اپنا کردار کم اہمیت کا حامل نہیں ہے اور عدلیہ کی طرف سے آزادی عمل کا مظاہرہ کرنے کی ضرورت کسی بھی طرح گھٹا کر پیش نہیں کی جا سکتی۔ انہوں نے کہا (اب میں یہ ان کے اصل الفاظ نقل کر رہا ہوں) کہ ہماری عدلیہ میں عام اور چھوٹے مقدمات کے فیصلے تو میرٹ پر ہوتے ہیں لیکن جب عدلیہ کے سامنے سیاسی اور دستوری اختلافات اور تنازعات آتے ہیں جن کی غیر معمولی قومی اہمیت ہوتی ہے ان کے فیصلے یا تو حکمرانوں کے حق میں کر دیئے جاتے ہیں یا ان کو غیر معین عرصے کے لیے کولڈ سٹوریج میں ڈال دیا جاتا ہے۔ عدلیہ کے اس رویئے نے اس کے وقار اور احترام کو سخت ضرب لگائی ہے۔ مزید برآں اس وجہ سے بار یعنی وکلاء کے لیے بھی آمرانہ نظام کے خلاف جدوجہد کرنا مشکل تر ہو گیا ہے بلکہ مذکورہ رویئے کی وجہ سے بار کا کردار بھی کمزور ہو گیا ہے۔

جسٹس (ر) ملک محمد قیوم نے کہا (شکر ہے کہ یہ بات ایک بڑے قانون دان کہہ رہے ہیں اور ہم ان کے اصل الفاظ نقل کر رہے ہیں ورنہ اگر یہ الفاظ کسی عامی کے ہوتے یا کسی صحافی کے ہوتے تو اس پر شاید توہین عدالت کا مقدمہ قائم ہو جاتا) کہ "سپریم کورٹ نے سترھویں آئینی ترمیم کے درست جائز یا ناجائز ہونے کے بارے میں کوئی فیصلہ ہی نہیں دیا اور یہ کہہ دیا کہ اس ترمیم کے جواز اور عدم جواز کا فیصلہ کرنا پارلیمنٹ کا کام ہے لیکن یہ یقیناً عدالت عظمیٰ کا فرض تھا کہ دستور میں کی جانے والی تبدیلیوں سے متعلق فیصلوں کو وہ ریویو کرتی اور اپنی رائے دیتی۔ عدالت عظمیٰ کے تذبذب نے صدر مشرف کی وردی کے سوال پر کنفیوژن میں اضافہ کر دیا ہے جس سے قومی سیاسی نظام کو نقصان پہنچا ہے"۔ جہاں تک تو جسٹس قیوم کے کہے ہوئے الفاظ تھے میں اس میں یہ اضافہ کرنا چاہوں گا کہ دو عہدوں کے بل پر بھی عدالت عظمیٰ نے یہ کہہ کر جو استدلال پیش کیا کہ قانون دان فیصلے کرنے کے مجاز ہیں اور ہم یعنی جج صاحبان مقننہ کے ارکان سے زیادہ عقلمند نہیں ہو سکتے جس کا مطلب یہ ہے کہ دو عہدوں کا بل کتاب قانون کا حصہ رہے گا۔ مجھے یاد ہے کہ اس سے پہلے ایل ایف او کو چیلنج کیا گیا تو عدالت عظمیٰ نے کہا کہ ابھی اس سوال کے

> میاں نواز شریف نے صدر لغاری سے کہا جسٹس سجاد علی شاہ کو ان کے منصب سے فارغ کر دیں مگر انہوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میں غلط کام' جس میں میرا ضمیر مطمئن نہ ہو نہیں کر سکتا

قانونی جواز یا عدم جواز کا فیصلہ کرنا قبل از وقت ہے۔ جب مناسب موقع آئے گا تو مناسب فورم پر اس کا فیصلہ ہو جائے گا۔ اِس سے مراد یہ تھی کہ پارلیمنٹ خود یہ کر لے گی۔ یوں عدالت عظمیٰ ایل ایف او کے سوال پر پہلو بچا گئی اور اس نے کوئی دوٹوک راہنمائی قوم کو نہ دی۔ جسٹس ملک قیوم دراصل انہی فیصلوں کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔

آگے چل کر انہوں نے کہا کہ ملک اس وقت بہت سے قانونی اور دستوری مسائل سے دوچار ہے اور اس وقت کوئی دوسری قوت یا ادارہ ایسا موجود نہیں ہے عدلیہ کے سوا' جو ان گھمبیر قانونی اور دستوری مسائل کو حل کرنے کے لیے اقدام کرے' اور اس کے لیے ضروری ہے کہ اعلیٰ عدالتیں پیش بینی اور فعالیت کا مظاہرہ کریں۔ انہوں نے کہا کہ بار یعنی وکلاء برادری اس ضمن میں اپنے کردار کی اہمیت سے غافل نہیں ہے۔ جمہوریت اور قانون کی حکمرانی کے حوالے سے اس پر جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں وہ ان سے بھی آگاہ ہے چنانچہ اب سپریم کورٹ بار ایسوسی ایشن اعلیٰ قانون دانوں پر مشتمل ایک ادارہ تشکیل دے رہی ہے جو یہ دیکھے گا کہ دستور میں کی جانے والی وقتاً فوقتاً تبدیلیوں سے آئین میں کیا کیا جھول پیدا ہو گئے ہیں۔ یہ ادارہ اس بات کا بھی پابند ہوگا کہ آئین کو اس کی اصلی شکل میں بحال کرنے کے لیے تدابیر تجویز کرے۔

جسٹس قیوم نے کہا کہ میں نے یہ تہیہ کر رکھا ہے کہ وکلاء کی برادری کو جو پیشہ ورانہ اور معاشرتی مسائل درپیش ہیں وہ میں چیف جسٹس آف پاکستان کے تعاون سے حل کرانے کی کوشش کروں گا۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ پچھلے چند سالوں میں محاذ آرائی کی پالیسی نے بار کو سخت نقصان پہنچایا ہے اور اس کے نتیجے میں بنچ اور بار یعنی وکلاء اور عدلیہ کے تعلقات میں انحطاط آیا۔ اب وہ کوشش کریں گے کہ نئی پالیسی کے ذریعے ایسا لائحہ عمل مرتب کر دائیں کہ عدلیہ اور بار دونوں کو فائدہ ہو اور ان کے تعلقات بہتر ہو جائیں۔

پاکستان میں عدلیہ کی تاریخ بدقسمتی سے ناقابل رشک رہی ہے۔ آج سے پچاس سال پہلے کے فیصلوں کی طرف چلے جائیں تو بھی ماتم کئے بغیر چارہ نہیں رہتا۔ پھر ہر عشرے میں ایسے فیصلے ہوئے جن پر دکھ کا اظہار کیے بغیر نہیں رہا جا سکتا لیکن یہ بات میں واضح کر دوں کہ عدلیہ کی افسوسناک تاریخ کی ساری ذمہ داری میں جوڈیشری پر نہیں ڈال رہا۔ بدقسمتی سے ہمارے سول اور فوجی حکمرانوں نے کبھی بھی عدلیہ کے بارے میں مثالی رویہ نہیں اپنایا۔ عدلیہ کا وقار بے شک اس کے اپنے ہاتھ میں ہوتا ہے لیکن جب تک ملک اور معاشرے میں بہت سے مثبت اور منفی عوامل جمع نہ ہو جائیں' عدالتوں سے بہترین کارکردگی' غیر معمولی بے خوفی اور دلیری اور عدالتی

فعالیت کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ مجھے یہ بات کہنے میں کوئی باک نہیں کہ اگر ایوب خان اور ضیاء الحق کے مارشل لاؤں کے زمانے میں عدلیہ مثالی کارکردگی کا مظاہرہ نہ کرسکی تو جنرل مشرف کا اقتدار بھی کوئی استثناء نہیں' اور یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ جیسے ماضی میں چال بے ڈھنگی رہی حال ہی میں بھی وہ کچھ ایسی ہی ہے۔ اصل میں عدلیہ کے ساتھ جنرل ضیاء اور ایوب خان نے ہی نامناسب رویہ اختیار نہیں کیا بے نظیر اور نواز شریف نے بھی کوئی قابل رشک کارکردگی نہ دکھائی۔ بے نظیر نے جسٹس سید سجاد علی شاہ کو ملازمت سے فارغ کروانے کی کوشش کی لیکن وقت کے صدر نے ان کی بات ماننے سے انکار کردیا۔ انتہائی دکھ کی بات ہے کہ دوسرے سیاسی حکمران یعنی میاں نواز شریف نے بھی جسٹس سجاد علی شاہ کے مسئلے پر بڑا بے جواز رویہ اختیار کیا اور وقت کے صدر پر دباؤ ڈالا کہ انہیں ان کے منصب سے فارغ کردیں۔ صدر فاروق احمد خان لغاری سے کہا گیا کہ ہم آپ کو مزید چھ سال تک ملک کا صدر رکھنے کا وعدہ کرتے ہیں آپ کیوں آخر ایک جلد ریٹائرڈ ہونے والی سنکی سندھی جج کی خاطر قربانی دینے پر تلے ہوئے ہیں۔ ہم آپ کو سمری بنا کر بھیجتے ہیں۔ آپ انہیں Denotify کردیں لیکن صدر لغاری نے کہا ''میرا طرز عمل آپ کو کتنا بھی غیر دانشمندانہ لگے میں غلط کام کرنے میں جس پر میرا ضمیر مطمئن نہ ہو ایک حد سے آگے نہیں جاسکتا۔ میرا ضمیر نہیں مانتا کہ جسٹس سجاد علی شاہ کو Denotify کردینا چاہیے۔ میں مستعفی ہونے کے لیے تیار ہوں آپ جناب وسیم سجاد کو قائم مقام صدر بنا دیں وہ آپ کی سمری پر دستخط کرنا اپنے ضمیر کی آواز کے خلاف نہیں سمجھتے'' لیکن لغاری صاحب کے استدلال کو تسلیم کرلینے کی بجائے ان کا مواخذہ کرنے کی تیاریاں شروع کردی گئیں آخر کار صدر لغاری نے باعزت واپسی کا فیصلہ کرلیا اور اپنے منصب سے الگ ہوگئے۔

کہاں ہیں وہ لوگ جو جسٹس سجاد علی شاہ اور صدر لغاری کی کسی ملی بھگت یا سازش کی کہانیاں بنتے تھے اور ان دونوں کو الزام دیتے تھے کہ یہ حکومت وقت کو غیر مستحکم کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ اس واقعے کو پانچ چھ سال گزر گئے ہیں کم از کم ہمیں تو لغاری' سجاد علی شاہ گٹھ جوڑ کے کوئی شواہد نظر نہیں آئے۔

میں جو کچھ عرض کررہا ہوں وہ یہ ہے کہ عدالتی' دستوری' قانونی ہر حوالے سے ہمارے آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ جسٹس قیوم کو توفیق دے کہ وہ عدلیہ کے وقار میں اضافے کا کوئی نسخہ ایجاد کرسکیں۔ وہ ایسا کرسکے تو انہیں ہم ایک قانونی مسیحا ماننے کے لیے تیار ہوجائیں گے۔

(بشکریہ روزنامہ جنگ)

وارثانِ منبر و محراب سے

اُمتِ مسلمہ پر عذابات
وجوہات اور بچاؤ کا واحد راستہ

شریعت سے روگردانی' بے شمار برائیوں اور کبیرہ گناہوں کی تکرار' اور علماء و خطباء اور دینی تبلیغی جماعتوں کے ترکِ نہی عن المنکر کے ضمن میں مجلسِ عمل کے اکابرین' تمام علماء حق' خطباء حضرات اور دینی جماعتوں سے خصوصی اپیل

اکابرین ملت!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جیسا کہ بھی صاحب علم جانتے ہیں کہ قرآن مجید اور مستند احادیث کے مطابق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے نہایت اہم فریضہ کو ادا کرتے رہنے کی انتہائی تاکید اور اُسے چھوڑنے پر شدید وعید واضح طور پر بیان کی گئی ہے۔ فلاح' نصرت اور رضائے الٰہیہ کا حصول اس کے کرنے کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے تاکہ معاشرتی برائیوں' معصیات' اور منکرات کے طوفان کو روک کر قہر خداوندی اور اُس کے عذابوں سے بچا جاسکے لیکن یہ ایک انتہائی افسوس ناک اور تشویش ناک حقیقت ہے کہ اسلامی سیاسی' دینی' تبلیغی جماعتوں اور تنظیموں کے اکابرین و مشائخ علماء و خطباء حضرات کی غالب اکثریت نے اس نہایت اہم فریضہ خصوصاً نہی عن المنکر کو اپنے مواعظ و بیانات میں بھی کافی عرصہ سے ترک کیا ہوا ہے۔ جس کی وجہ سے بے شمار مسلمانوں نے برائیوں بلکہ کبیرہ گناہوں کو بھی گناہ اور برائی سمجھنا چھوڑ دیا ہے۔ نتیجتاً وہ احساسِ ندامت اور توبہ واستغفار کی توفیق اور تقویٰ اور پرہیزگاری کی سعادت اور فلاح ونصرت سے محروم ہوکر اللہ تعالیٰ کے خصوصی عذابوں کی لپیٹ میں آچکے ہیں۔ (باوجود نماز روزے کی ادائیگی اور ظاہری دین داری کے)

بے شک اللہ تعالیٰ بڑے غفور رحیم ہیں لیکن وہ قہار اور جبار بھی ہیں۔ یہ نقطہ اکثر علماء کرام سامعین پر اپنے خطبات میں واضح نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ بے شمار برائیوں' کبیرہ گناہوں کو نہ چھوڑنے اور سچی توبہ واستغفار کے نہ کرنے اور علماء وخطباء کا انہیں نہ روکنے سے اپنے قہر وعذاب سے تباہ وبرباد کرنے پر قادر ہے۔ جیسا کہ کشمیر وصوبہ سرحد کے حالیہ المناک اور دردناک زلزلہ کے عذاب وقہر سے لاکھوں مسلمان ایک لمحہ میں موت کے منہ میں چلے گئے۔ لاکھوں زخمی اور اپاہج ہوگئے ہیں اور تقریباً تیس پینتیس لاکھ لوگ شدید سردی میں بے گھر ہوچکے ہیں۔ اس متذکرہ بالا خوفناک زلزلہ سے کچھ عرصہ پہلے شدید سونامی سمندری طوفان کے عذاب میں تین لاکھ سے زیادہ انسان آناً فاناً سمندر کی طوفانی لہروں کی نذر ہوگئے تھے۔ یہ باقی دنیا والوں خصوصاً مسلمانوں کے لیے باعث عبرت ہونا چاہیے تھا۔ لیکن عبرت بھی خوف خدا رکھنے والے اہلِ دانش اور نیک بخت لوگ پکڑتے ہیں۔

مشائخ عظام وخطباء حضرات اور اسلامی' دینی' تبلیغی جماعتوں' تنظیموں کے اکابرین سے گزارش اور خصوصی اپیل کی جاتی ہے کہ وہ مداہنت چھوڑ کر اسلوبِ قرآنی اور مستند احادیث کے مطابق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہوئے اپنے بیانات اور تقاریر اور منبر رسول سے اعلائے کلمۃ الحق کا فریضہ ادا کرتے ہوئے روز بروز بڑھتے ہوئے معصیات اور منکرات' فواحش وفسق وفجور کو روکنے کی متحدہ' موثر ومنظم کوشش فرمائیں۔ یعنی کفر وشرک' بدعات' بے دینی' باطل فرقہ پرستی' کرپشن' رشوت خوری' خیانت' حرام کاروبار' انتہائی مہنگائی' ملاوٹ' کم ناپ تول' غیبت' جھوٹ' جھوٹی گواہی' جھوٹی قسم' حق تلفی' ناانصافی' دھوکہ دہی' فریب کاری' چوری' ظلم' ڈاکہ زنی' ناشکری' سود' شراب نوشی ونشہ آوری' زناکاری' بدمعاشی' فحاشی' عریانی' بے حیائی' بے غیرتی' بے پردگی' محرم اور غیر محرم عورتوں اور لڑکیوں کی مخلوط مجالس اور مخلوط نظام تعلیم اور محافلِ موسیقی (راگ رنگ) وغیرہ۔

اس کے علاوہ معاشرتی برائیوں کو پھیلانے والے ذرائع بشمول ٹی وی' کیبل نیٹ ورک' انٹرنیٹ' سینما تھیٹر اور اُن کے فحش اور عریاں پروگرام کو بھی ختم کرانے کی مسلسل' متحدہ اور منظم کوشش جاری رکھی جائے۔ تاکہ معاشرہ کی اصلاح ہوکر نفاذِ اسلام کی بنیاد بن سکے' اور آئندہ کسی مزید بڑے قہر وعذاب الٰہیہ سے اُمتِ مسلمہ بچ کر فلاح دارین حاصل کرسکے۔ آمین!

احقر: ایم۔ آئی۔ حق اصلاحی

تفہیم المسائل

☆ اسلامی نظامِ معیشت میں بینکنگ کی کیا شکل ہوگی؟
☆ عورت کا ستر کیا ہے؟ ☆ خواتین کا تنگ لباس پہننا کیسا ہے؟
☆ فرقہ بندی کیسے ختم کی جاسکتی ہے؟

قارئین ندائے خلافت کے سوالات کے قرآن و سنت کی روشنی میں جوابات

س: فرقہ بندی کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے اور اس کو ختم کرنے کا کیا طریقہ ہوسکتا ہے؟

ج: مسلک علیحدہ ہونا برا نہیں ہے۔ فرقہ بندی بہت بری شے ہے۔ ایک تو مسالک ہیں' مثلاً سلفی مسلک ہے' حنفی مسلک' مالکی مسلک وغیرہ۔ ان مسالک کی حد تک بری بات نہیں ہے۔ البتہ اس میں جب تلخی پیدا ہوتی ہے' تب ایک دوسرے کی تکفیر کا معاملہ آتا ہے۔ پھر لڑائی دنگا فساد ہوتا ہے۔ مسجدوں پر حملے اور قبضے ہوتے ہیں۔ یہ ہے فساد۔ اس فساد کو ختم کرنا چاہئے۔ یہ فساد اُس وقت ختم ہوگا جب کہ اسلام کو نافذ کیا جائے گا' اسلام کی اصل حقیقت لوگوں کے سامنے آئے گی۔ اب چونکہ وہ اصل چیز نگاہوں سے پوشیدہ ہے تو بالکل فروعی قسم کی چیزوں کو اہمیت حاصل ہوگئی اور اس کی وجہ سے شدت پیدا ہوگئی ہے۔

س: اسلامی نظام کے تحت بنکنگ کی کیا شکل ہوگی؟

ج: اسلامی نظام کے تحت مروجہ انداز کی بینکنگ ہو ہی نہیں سکتی' البتہ انوسٹمنٹ کمپنیز ہوسکتی ہیں' جو مضاربت کی بنیاد پر کام کریں گی۔ آج کل جو اسلامی بنک بنائے جا رہے ہیں' بیع مؤجل' بیع مرابحہ اور اجارہ کی بنیاد پر ہیں۔ اگرچہ اس میں بھی ایک درجے میں سود کی آمیزش ہے لیکن اس وقت اگر یہ بھی ہو جائے تو غنیمت ہے۔ فرض کیجئے کوئی شخص بینک سے کار لیتا ہے اور وہ طے یہ کرتا ہے کہ میں پانچ سال کے بعد آپ کو کار کے پیسے دے دوں گا۔ بنک نے مارکیٹ میں رائج شرح سود کے حساب سے مثلاً پانچ سال کی مدت Calculate کر کے بتا دیا کہ اس کی قیمت گیارہ لاکھ روپے ہوگی۔ لیکن فرض کیجئے پانچ سال کے بعد آپ پیسے نہیں دے سکے۔ دو سال اور لگ گئے۔ اب بنک ایک پیسے کا اضافہ بھی نہیں کرسکتا۔ جو رقم پہلے طے ہوگئی تھی' اس میں اضافہ نہیں ہوگا۔ اس طرح کچھ نہ کچھ تو سود میں کمی آئے گی۔

س: عورت کا مکمل ستر کیا ہے؟ کیا چہرے کا ڈھانپنا ضروری ہے؟

ج: عورت کا پورا جسم مکمل ستر ہے' محرم کے سامنے تین چیزوں کا استثناء ہے۔ چہرے کی ٹکیہ' دونوں ہاتھ کلائیوں سے آگے اور پاؤں ٹخنوں سے نیچے' ٹخنہ بھی چھپا ہونا چاہئے' مرد کا ٹخنہ کھلا ہونا چاہئے۔ باقی جو نامحرم مرد ہیں اُن کے سامنے عورت کا پورا جسم ستر ہے۔ (تفصیلات کے لیے حکمت قرآن نومبر دسمبر 2005ء کا شمارہ ملاحظہ فرمائیں۔)

س: خواتین کا تنگ لباس پہننا اور دوپٹہ استعمال نہ کرنا کیسا ہے؟

ج: چست لباس بہت ہی غلط ہے اور حضور ﷺ نے لعنت فرمائی ہے ان عورتوں پر جو لباس پہننے کے باوجود ننگی ہوتی ہیں۔ لباس اگر بہت باریک ہو کہ اس میں سے جسم جھلک رہا ہو تو ایسی عورتیں بھی درحقیقت ننگی ہیں۔ اگرچہ بظاہر انہوں نے لباس پہنا ہوا ہے۔ اسلام میں اس کی سخت ممانعت ہے۔ مردوں کو بھی چست لباس پہننے کی اجازت نہیں۔ جہاں تک دوپٹہ کا تعلق ہے' اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ عورتیں اضافی کپڑے سے اپنے سینے کو ڈھانپ کر رکھیں۔

س: حضور اکرم ﷺ کو جو علوم دیئے گئے وہ حادث ہیں۔ ان میں سے کیا قرآن بھی حادث ہے؟

ج: اہل سنت کے عقیدے کے مطابق اللہ کی تمام صفات قدیم ہیں۔ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور یہ بھی قدیم ہے۔ البتہ قرآن کا نبی اکرم ﷺ پر ایک مخصوص وقت میں نازل ہونا ایک مختلف معاملہ ہے۔ اس سے قرآن کا حادث ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

س: بعض لوگ کہتے ہیں کہ اپنا عقیدہ چھوڑو نہیں' دوسروں کے عقیدے کو چھیڑو نہیں۔ کیا یہ بات ٹھیک ہے۔

ج: یہ کہاوت سب سے زیادہ میں نے سنی تھی حیدرآباد دکن میں' کہ اپنی بات چھوڑو نہیں کسی کو چھیڑو نہیں۔ اب ظاہر بات ہے وہاں معاملہ مسلمانوں اور ہندوؤں کا ہے۔ باقی دوسروں کو جو دعوت دی جاتی ہے وہ چھیڑنے کے لیے نہیں دی جاتی۔ آپ کسی کو خلوص کے ساتھ دعوت دیتے ہیں کہ دیکھو بھئی یہ راستہ حق کا ہے۔ یہ سیدھا راستہ ہے۔ ہمیں ایک اللہ کی عبادت کرنی چاہئے۔ تو یہ چھیڑنے کے لیے نہیں ہے بلکہ یہ دعوت کا عمل ہے۔ دعوت کو ہر حال میں جاری رہنا چاہئے۔ وہ ہمارے ذمے فرض ہے۔

س: کچھ لوگ کہتے ہیں کہ تقویٰ صرف دل میں ہوتا ہے۔ داڑھی رکھنا کوئی ضروری نہیں ہوتا۔ مہربانی کر کے رہنمائی فرمائیں۔

ج: تقویٰ اصلاً دل میں ہوتا ہے لیکن ظاہر ہے کہ دل میں جو بات ہوتی ہے اس کا اثر پورے جسم پر ہوتا ہے۔ اگر کسی کے دل میں تقویٰ ہو تو وہ داڑھی بھی رکھے گا' اس لیے کہ حضور ﷺ نے اس کا حکم دیا ہے۔ داڑھی سنت مؤکدہ ہے اس کے اوپر عمل ہونا چاہئے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ داڑھی بڑھاؤ اور مونچھیں کتراؤ۔

س: ایک فرقے کے لوگ کہتے ہیں کہ کبھی کسی صحابیؓ نے حضور ﷺ کی پیدائش کی خوشی نہیں منائی۔ دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ عید میلاد النبی ﷺ منانی چاہئے۔

ج: یہ عید میلاد النبی ﷺ برصغیر پاک و ہند کی حد تک ہی منائی جاتی ہے۔ البتہ ''پہلے بارہ وفات'' کے نام سے اس دن کو منایا جاتا تھا۔ اس لئے کہ بارہ ربیع الاول حضور ﷺ کا یوم وفات ہے۔ اُس دن مسلمان کرتے یہی تھے کہ کھانا پکا کر غریبوں کو کھلاتے اور حضور ﷺ کی روح پُرنور کو ایصال ثواب کرتے اور بس! اس کے بعد عید میلاد النبی ﷺ تو بہت ہی recent معاملہ ہے۔ اب اُس میں باقاعدہ ایک جشن اور عید کا رنگ پیدا کیا جاتا ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ صحابہ اور تابعین سے ایسی کوئی چیز ثابت نہیں ہے۔

کالم ''تفہیم المسائل'' میں سوالات بذریعہ ڈاک یا ای میل ایڈریس meidia@tanzeem.org پر بھیجے جاسکتے ہیں۔

اسرہ ساہیوال کی دعوتی و تنظیمی سرگرمیاں

الحمدللہ امسال تنظیم اسلامی ساہیوال کے تحت معمول سے زیادہ خطابات اور پروگرام ہوئے۔ ان میں تنظیم کی دعوت بھی پیش کی گئی اور لٹریچر تقسیم کیا گیا۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس کے نتیجہ میں نئے ساتھی تنظیم میں شامل ہوئے۔

رمضان المبارک میں تنظیم اسلامی اُسرہ ساہیوال کی سرگرمیوں کو مختلف عنوانات کے تحت مختصراً پیش کیا جا رہا ہے۔ واضح رہے کہ تمام پروگراموں میں نقیب اسرہ جناب عبداللہ سلیم ہی درس دیتے رہے۔

استقبال رمضان

استقبال رمضان کے حوالے سے دو پروگرام ہوئے۔

1۔ ایک پروگرام عبداللہ سلیم کی رہائش گاہ پر ہوا جس میں 50 مرد اور 60 خواتین شریک ہوئیں۔

2۔ دوسرا پروگرام رمضان سے ایک روز قبل فوڈ ویلی ریسٹورنٹ اوکاڑہ میں ہوا۔ اس میں 70 خواتین وحضرات نے شرکت کی۔

عمومی پروگرام

تنظیم اسلامی کے رفیق جناب عبدالستار نے اپنی رہائش گاہ پر درس قرآن کا پروگرام رکھا۔ جس میں اپنے قریبی پڑھے لکھے لوگوں کو بلایا گیا تھا۔ مجموعی طور پر 90 خواتین و حضرات نے شرکت کی۔ اِس پروگرام میں شرکاء کو افطار ڈنر بھی دیا گیا۔ روٹری کلب ساہیوال میں نقیب اسرہ کو خصوصی خطاب کے لیے بلایا گیا۔ اس اجتماع میں بڑی تعداد میں تعلیم یافتہ لوگ شریک ہوئے۔ لٹریچر بھی تقسیم کیا گیا۔ نقیب اسرہ ساہیوال نے جناب اقبال ایڈووکیٹ کی رہائش پر افطاری سے قبل خطاب کیا۔ اس پروگرام میں اعلیٰ تعلیم یافتہ افراد ایک MNA اور متحدہ مجلس عمل ساہیوال کے صدر نے بھی شرکت کی۔

خواتین سے خطاب:

اداۃ المسلمات کی مہتمم (فضیلت باجی) نے ساہیوال میں خواتین کے دروس قرآن کے حلقے قائم کئے ہوئے ہیں۔ رمضان المبارک میں انہوں نے نقیب اسرہ کو خصوصی طور پر خواتین سے خطاب کے لیے دعوت دی۔ سورۃ الحجرات اور سورۃ نور پر دروس ہوئے۔ یہ درس ہفتے میں تین دن ہوتے رہے۔ سوموار، منگل اور بدھ۔ ان پروگراموں میں خواتین کی حاضری کم و بیش 125 رہی۔

ختم قرآن کی تقریبات

25 رمضان کی شب حافظ عامر کے گھر ختم قرآن کا پروگرام ہوا۔ اس میں حاضری 30 مرد 20 خواتین تھی۔ لٹریچر بھی تقسیم کیا گیا۔ ستائیس رمضان کو ساہیوال کے معروف قانون دان جناب احسن حفیظ ایڈووکیٹ عامر (جو کہ سابق ایڈیٹر جنرل آف پاکستان جناب شیخ عبدالرؤف کے بھتیجے بھی ہیں) کی رہائش گاہ پر ختم قرآن کی محفل میں خطاب اور دعا کا موقع ملا۔

پھر اس شب جناب میاں محمد یونس کی رہائش گاہ پر ختم قرآن کی محفل میں خطاب اور دُعا ہوئی۔ اس میں حاضری 40 مرد اور 45 خواتین تھیں۔ رمضان کی اٹھائیسویں شب کو نقیب اسرہ کی رہائش گاہ کے قریب ریٹائرڈ C.A چوہدری ریاست علی کی رہائش گاہ پر ختم قرآن کے موقع پر خطاب ہوا۔ 35 مرد اور 40 خواتین نے شرکت کی۔

29 رمضان کی شب نقیب اسرہ جناب عبداللہ سلیم کے گھر میں سے ان کے بیٹے حافظ معاذ عبداللہ نے قرآن مجید سنایا تھا۔ ان کے ہاں ختم قرآن کی تقریب ہوئی۔ اس موقع پر خطاب اور دعا پر اس ماہ عظیم کی دعوتی سرگرمیاں اپنے اختتام کو پہنچیں۔ ان پروگراموں کے نتیجے میں تنظیم میں تین نئے احباب شامل ہوئے۔ ان تمام خطابات کا دورانیہ کم از کم آدھا گھنٹہ اور زیادہ سے زیادہ ڈیڑھ گھنٹہ تھا۔

اِن پروگراموں کے علاوہ مستقل ماہانہ اور ہفتہ وار دروس قرآن بھی معمول کے مطابق مقررہ مقامات پر منعقد ہوتے رہے۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ اس محنت کو قبول فرمائے۔ اور ہمیں ایمان کی دولت سے مالا مال کرے۔ (رپورٹ: محمد حارث)

✿ ✿ ✿

شعبہ سمع و بصر کی پیشکش

خطابات جمعہ

VOL-7

جس میں مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں ہونے والے 26 دسمبر 2003 تا 31 دسمبر 2004 تک کے خطابات جمعہ اور عیدین یکجا کر دیے گئے ہیں

مقررین:

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب (بانی تنظیم اسلامی)

حافظ عاکف سعید صاحب (امیر تنظیم اسلامی)

عبدالرزاق صاحب (ناظم اعلیٰ تحریک خلافت)

رحمت اللہ بٹر صاحب (ناظم دعوت)

شاھد اسلم صاحب (ناظم تربیت)

مکتبہ خدام القرآن لاہور

قرآن اکیڈمی K-36 ماڈل ٹاؤن لاہور فون: 5869501-03 فیکس: 5834000

www.tanzeem.org maktaba@tanzeem.org

❁❁ ضرورت رشتہ ❁❁

☆ لاہور کے رہائشی راجپوت خاندان کی بیٹی ماسٹر ڈگری ہولڈر قد "5-5" عمر 28 سال مذہبی رجحان کے لیے متوسط گھرانوں کے والدین رابطہ کریں۔

برائے رابطہ: احمد: 0333-4225371

☆☆☆☆☆

☆ مجھے اپنے تین اعلیٰ تعلیم یافتہ بیٹوں جن کی عمر بالترتیب 25,25,27 سال ہے کے لیے موزوں دینی مزاج کی حامل اعلیٰ تعلیم یافتہ بچیوں کے رشتے درکار ہیں۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں۔

برائے رابطہ: محمد اکرم اعوان: 041-2624290

برمی حکومت کے مظالم

جب سے برما میں فوجی جنتا برسر اقتدار آئی ہے' وہ متواتر وہاں کے آباد مسلمانوں پر ظلم وستم کر رہی ہے جو روہنگیا کہلاتے ہیں اور صوبہ اراکان میں آباد ہیں۔ 1990ء میں جنتا نے مسلمانوں کو یہ کہہ کر شہریت سے محروم کر دیا کہ وہ برما (جو اب میئنمار کہلاتا ہے) میں آباد 135 قومی نسلوں میں شمار نہیں ہوتے۔ انسانی حقوق کے بین الاقوامی ادارے نے بھی تسلیم کیا ہے کہ برما میں مسلمانوں کی نسل کشی ہو رہی ہے۔

ارکان میں ایک مسلمان جوڑے کو شادی کرنے کے لیے چار مختلف اداروں سے اجازت لینی پڑتی ہے۔ بغیر اطلاع شادی کرنے والوں کو جیل جانا پڑتا ہے۔ اجازت ملنے میں ایک سے دو سال لگ جاتے ہیں۔ مارچ 2005ء سے کسی مسلمان جوڑے کو شادی کرنے کی اجازت نہیں ملی۔ دس ہزار سے زائد شادی کی درخواستیں منظوری کی راہ تک رہی ہیں۔ درخواست منظور کروانے کے لیے قدم قدم پر رشوت دینی پڑتی ہے۔

اس کے علاوہ ایک مسلمان کو اپنے گاؤں یا قصبے سے دوسری جگہ جانے کے لیے اجازت نامہ (پاس) کا ہونا لازمی ہے۔ مزید برآں ارکان میں باہر سے غذائی سامان کے لیے برمی حکومت کی اجازت ضروری ہے۔ ورلڈ فوڈ پروگرام نے روہنگیا مسلمانوں کے لیے 5500 ٹن چاول بھجوائے تھے۔ مگر ان میں سے بہت کم مسلمانوں کو ملے۔ برمی حکومت روہنگیا مسلمانوں پر تشدد کر رہی ہے' مگر اس ضمن میں مسلمان ممالک کی خاموشی نہایت افسوسناک ہے۔

عراق میں برطانیہ کے اخراجات

برطانوی وزیر خزانہ نے انکشاف کیا ہے کہ اب تک عراق میں بیٹھی برطانوی فوج پر 5.5 ارب پونڈ خرچ ہو چکے ہیں۔ یہ رقم پاکستانی کرنسی میں تقریباً پونے چھ کھرب روپے بنتی ہے۔ اس انکشاف پر ان برطانوی تنظیموں کو تقویت ملی ہے جن کا کہنا ہے کہ اب برطانوی فوج کو واپس آ جانا چاہیے۔ اب انہیں یہ کہنے کا سنہرا موقع ملے گا کہ ٹیکس ادا کرنے والے برطانوی شہری پاگل ہیں کہ ٹیکس ادا کیے جائیں اور حکومت ملنے والی رقم جنگ کی بھٹی میں جھونکتی جائے۔ گو برطانوی حکومت نے بتایا نہیں تاہم برطانوی غیر سرکاری اداروں کا اندازہ ہے کہ اس وقت برطانیہ عراق میں موجود اپنے 8500 فوجیوں پر ایک ارب پونڈ خرچ کر رہا ہے۔

نریندر مودی کی بھی رگ پھڑکی

بھارتی صوبہ گجرات کی حکومت کے ایک اعلیٰ عہدے دار نے بتایا کہ صوبے کے وزیراعلیٰ نریندر مودی پاکستان کے صدر جنرل پرویز مشرف کی دیکھا دیکھی اپنے صوبے کے مدارس میں جدید تعلیم رائج کرنا چاہتے ہیں۔ یاد رہے کہ صوبہ گجرات میں مسلمانوں کے تقریباً دو سو مدارس اور دارالعلوم ہیں۔ عہدے دار کا کہنا ہے ''ہم ابھی دیکھ رہے ہیں کہ مدارس کو جدید بنانے کے سلسلے میں مشرف حکومت کس قسم کے اقدامات کر رہی ہے۔ ان کی روشنی میں پھر ہم اپنا لائحہ عمل طے کریں گے۔ عہدے دار کا یہ بھی کہنا ہے کہ جو مدرسہ ''موڈرنائزیشن'' کا عمل قبول کر لے گا اسے سرکاری امداد ملے گی۔ فی الوقت زیادہ مدارس ٹرسٹ کی بنیاد پر چل رہے ہیں یا وقف کمیٹی انہیں مالی امداد دیتی ہے۔ دیکھتے ہیں کہ نریندر مودی جدت کے نام پر کیا گل کھلاتے ہیں۔

چیچنیا میں پارلیمانی انتخابات

پچھلے دنوں روسی قبضے کے چھ برس بعد چیچنیا میں پارلیمانی انتخابات ہوئے۔ سرکاری دعویٰ کے مطابق چھ لاکھ رجسٹرڈ ووٹروں میں سے 65 فیصد نے ووٹ ڈالے۔ انتخابات میں ''یونائیٹڈ رشیا'' نامی مقامی جماعت نے اکثریت حاصل کر لی ہے' جسے روسی حکومت کی حمایت حاصل ہے۔ اطلاعات کے مطابق نئی پارلیمان کا پہلا اجلاس 16 دسمبر کو ہو گا۔

غیر سرکاری اداروں کا دعویٰ ہے کہ چیچنیا کے بیشتر ووٹروں نے ان انتخابات میں حصہ نہیں لیا کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ جو بھی نئی مقامی حکومت آئی' اس کا اقتدار نمائشی ہو گا' اصل طاقت روسی حکومت کے پاس ہو گی۔ ایمنسٹی انٹرنیشنل نے بھی تسلیم کیا ہے کہ اس وقت روسیوں کے زیر اثر چیچنیا میں جس قسم کے حالات ہیں' ان کی وجہ سے صاف' شفاف اور آزادانہ انتخابات منعقد ہونا ناممکن ہے۔ چیچنیا کے عوام کو آزادی تب ملے گی جب حکومت ان کے حقیقی نمائندوں کے حوالے کر دی جائے اور اصل طاقت بھی ان کے پاس ہو۔

اسرائیل کو یورپ لے جاؤ

ایرانی صدر محمود احمدی نژاد نے مکہ مکرمہ میں ایک پریس کانفرنس کے دوران بعض بڑے کام کی باتیں کی ہیں' ذرا آپ بھی پڑھیے: ''چند یورپی ممالک کہتے ہیں کہ ہٹلر نے لاکھوں یہودی بھٹیوں میں جلا کر مار ڈالے تھے۔ اس بات پر اُن کا اتنا اصرار ہے کہ اگر کوئی دلائل سے یہ بات غلط ثابت کرنے کی کوشش کرے' تو وہ اس کی مخالفت کرتے حتیٰ کہ جیل میں پھینک دیتے ہیں۔ اگرچہ ہم اس بات کو تسلیم نہیں کرتے لیکن بالفرض یہ سچ ہے' تو یورپیوں سے ہمارا یہ سوال ہے کہ چونکہ ہٹلر نے بے گناہ لاکھوں یہودی مار ڈالے کیا اس لیے وہ بیت المقدس کے قابضوں کی حمایت کر رہے ہیں۔ اگر یورپی یہودیوں کے اتنے ہی حمایتی ہیں' تو انہیں چاہیے کہ کچھ ملک مثلاً جرمنی یا آسٹریا اپنے چند صوبے صہیونیوں کو دے دیں تاکہ وہ وہاں مملکت اسرائیل قائم کر سکیں۔ اسی سلسلے میں ہم بھی بھرپور تعاون کریں گے۔ نہ جانے وہ دوسرے ممالک پر اپنی مرضی کیوں تھوپنے کی کوشش کرتے ہیں' اسی لیے تو مسلسل فساد اور ٹینشن رہتی ہے''۔

صدر احمدی نژاد کے بیان پر اسرائیلی حکومت کے ترجمان نے یہ تبصرہ کیا وہ محض اسرائیل کا مسئلہ نہیں ہیں بلکہ اس بیان سے ظاہر ہے کہ وہ پوری عالمی برادری کا مسئلہ ہیں۔ امریکی ترجمان نے کہا اس بیان سے یہ امر زیادہ واضح ہو جاتا ہے کہ ایران کو اپنا ایٹمی منصوبہ ختم کر دینا چاہیے' اگر اس ملک نے ایٹمی ہتھیار بنا لیے تو کچھ بھی ہو سکتا ہے۔

حامد کرزئی کے قتل کا فتویٰ

طالبان نے حامد کرزئی کو قتل کرنے کا فتویٰ جاری کر دیا ہے۔ پشتو زبان میں 12 صفحات پر مشتمل فتویٰ کا کتابچہ افغانستان کے جنوبی علاقہ میں تقسیم کیا گیا ہے' برطانوی خبر رساں ادارے کے مطابق فتویٰ میں کہا گیا ہے کہ امریکی اور برطانوی کافروں کی خدمات انجام دینے پر صدر حامد کرزئی کا قتل جائز ہو گیا ہے۔ فتویٰ کے مندرجات میں کافروں اور ان کے ایجنٹوں کے خلاف جہاد کرنے کی بات بھی دھرائی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ کافروں اور ان کے ایجنٹوں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے اور ان کے خلاف جہاد ضروری ہو گیا ہے۔ اس فتویٰ کو طالبان کے تین سرکردہ علماء نے لکھا ہے اور کونسل (مجلس) نے اس کی منظوری دی ہے۔

capture Kabul, which committed unimaginable crimes against every Pushto speaking person they found. The massacre at Qila-e-Jhangi and suffocating other prisoners to death in containers was a joint NA-USA venture against the predominantly Pushto speaking populations. Since then, despite repeated pledges and sham purges, historic archrivals of the Pushtoons remain in the position of power in the regime.

Bush and Blair's recent proclamations of a war on the Muslim's dream of Islamic Khilafah are gradually adding religious flavor to the nationalistic feelings of even those Pushtoon who never thought of the US adventures in their region in religious terms.

Of course, the Pushtoonwali code is there. But it does not mean every Pushtoon is a Talib or every Talib was a terrorist and there is no place for them on the surface of the earth anymore unless they submit to Musharraf and Karazi's will. The way the Pushtoon region on both sides of the divide is treated makes the religious factor overlap the Pushtunwali code, that would play a key role in the upcoming turmoil in the region. The turmoil referred to would be wider in scale and scope than what we see in Iraq today.

The results on 2002 elections in Pakistan in NWFP and Baluchistan were not necessarily an endorsement of what was happening in Afghanistan since the Taliban's coming to power, but it surely reflected Pushtoon resentment over the injustice meted out to the Pushtoons in Afghanistan. A majority of Pushtoon even see the hands of the Pakistani establishment covered with Pushtoon blood. For the first time an external factor impacted the results of domestic elections in Pakistan.[15] Above all, the federal government's move to reject a recent bill unanimously passed by the NWFP provincial assembly through Supreme Court takes focus away from the content of the bill and focuses on the way Pushtoon and Islam are treated.

The sources of anxiety and concern in the Pushtoon dominated region in Pakistan and Afghanistan will prevail. Resistance to the illegitimate Afghan government is likely to continue and the allegations would increase with the passage of time that the "terrorist elements" have taken refuge in the tribal areas and sleeper cells operate from NWFP and Baluchistan. Trouble is bound to brew in the Pushtoon region, which would evoke more repressive response from the security forces. In turn this might exacerbate Center-Provincial tensions. The Pakistan government has cared little for local opinion and sentiments. If the law and order situation deteriorates a little more, the military regime will make it an excuse to dissolving the NWFP government as an extreme measure. Such a development would probably result in destabilization across the Pushtoon tribal areas of Pakistan and may well resonate into the already destabilized Afghanistan's Pushtoon belt.

Both Pakistan and Afghanistan are hovering on the edge of disaster due to US intrusive intervention over the years. Pushtoon triangle is the most volatile spot, simmering with rage at the moment due to no less than 90 years of neglect and repression. Keeping in mind the unstable global situation, the unpredictable US foreign policy and its designs against Syria and Iran, any slight imbalance in the precarious status quo in Pakistan and Afghanistan would become the tipping point. Pakistan is already the "high value target." The reason, its nuclear status is treated differently than others, is to take time and pacify the target before the final assault. Any misadventure against Pakistan could be another reason, leading to unimaginable turmoil in South Asia.

In any case, Pushtoon triangle will prove to be the hottest spot in the future's seemingly inevitable turmoil in the region. It will act like a throbbing heart, pumping blood to the resistance against occupiers, as well as shaping the future of this region. The turmoil we are discussing here would be of the magnitude which cannot be controlled by cosmetic representation of Pushtoon in the puppet parliament in Afghanistan, or signing new treaties to confirm Duran Line as the permanent boundary, and some measures to please the neglected provinces in Pakistan.

The turmoil and emergence of Pushtoon triangle to prominence will be the result of instigation and aggression by Bush and Blair, who are already blamed for acting like Nazi war criminals who started World War 2, by those who know the truth, such as the former UN weapons inspector (1991-1998), Scott Ritter, in Iraq.[16] Therefore, the solution to this problem doesn't lie in South Asia. It lies in the places from where it originated: London and Washington.

Notes

[8] James Phillips, "Afghanistan's Elections and the Resurgent Taliban," Heritage Foundation, WebMemo #847, September 16, 2005. http://www.heritage.org/Research/MiddleEast/wm847.cfm?renderforprint=1

[9] Sarfaraz Ahmed, "'Bugging' Wali Bagh for history," Daily Times, October 10, 2005.

[10] The Durand line established in 1893 has been challenged by "successive Afghans as if it were a 'line drawn on water'." See: Vartan Gregorian. "The Yearnings of the Pashtoons," New York Times, Nov. 15, 2001, PA 31 and earlier work by the same author The Emergence of Modern Afghanistan: Politics of Reform and Modernization, 1880-1946.

[11] Dennis Kux, "The United States and Pakistan, 1947-2000: Disenchanted Allies" (Washington DC) 2000, p. 19.

[12] Rodney Jones "The Prospects for State Failure in Pakistan: Ethnical, Regional, and Sectarian Fissures", Paper for Lawrence Livermore National Laboratory, May 01, 2001.

[13] Ahmad Rashid, Taliban, Yale University Press, 2001, p 2.

[14] Peter Mardsen, "Taliban: War, Religion, and the New Order in Afghanistan," Zed (New York), 1998, p 85.[15] Mr. Asad Hayat, Pakistan Embassy official in TV program "Awaz," in a local channel MHZ Network in Church Falls Virginia, on November 24, 2002.

[16] "Both these men could be pulled up as war criminals for engaging in actions that we condemned Germany in 1946 for doing the same thing," he said. "Tony Blair and George Bush are guilty of the crime of planning and committing aggressive warfare." See: "Bush, Blair compared to Nazi war criminals." The Sun-Herald, October 9, 2005.

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

Vol: 14 Regd. No. LRL -50 No.46

Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

View Point

Abid Ullah Jan
(e-mail: abidjan@tanzeem.org)

Emergence of a Pushtoon Triangle in South Asia (II)

For understanding the Pushtoon Triangle, we need to understand complaints of the American analysts, such as James A. Phillips, a Research Fellow at the Heritage Foundation, who argue that Pakistan has deployed about 80,000 troops "along the border but has turned a blind eye to Taliban activity among its own restive Pushtun minority, which remains more anti-Western and pro-Taliban than the Pushtuns who historically have dominated Afghanistan." They also suggest: "The United States should pressure the Pakistani government to actively disrupt cross-border Taliban operations and arrest Taliban leaders who have found sanctuary with Pakistani Pushtoon tribes along the border." [8]

Pushtoon on the other hand ask, which border are you talking about? Recently Sarfaraz Ahmed from Daily Times visited Wali Khan, the son of legendary Pushtoon leader, Abdul Ghafar Khan. His discussion reveals that Wali Khan's family in particular, and Pushtoon in general, still believe:

"The lines dividing Pushtuns represent repression. They are but one people. The British-Afghan treaty (delineation of the Durand Line) was an agreement under duress. Amir Abdul Rahman was forced to sign it behind bars. He was subjected to torture. His release came in exchange for his signatures on the treaty. Since then, no Afghan government has ratified that treaty. Not even the Mujahideen, not Hikmatyar, not even the Taliban. Asked whether President Hamid Karzai accepted the Durand Line, she [Begum Wali Khan] said: 'So far even Karzai has not accepted Durand Line as the permanent border. If he accepts it at a later stage, that is another thing. Anyone who calls himself a Pushtoon will never accept the Durand [Line].'"[9]

These facts and history cannot be isolated from what is going on in Afghanistan and Pakistan. The root cause of soured relations between Afghanistan and Pakistan has been the historic Pushtoon divide. The Taliban reign was the only period when Pakistan didn't consider Afghanistan a threat to its internal stability. Since the establishment of Washington's puppet regime in Kabul, the situation is as tense as it could be. Cross border incursions, attacks and diplomatic accusations remain a routine. Karzai still depends on the US protection and assistance and finds himself quite weak. Otherwise, imagine the meaning of Karzai's present silence on the issue of Durand Line[10] when he feels strong, or when Pakistan's relations with Washington are not at their best.

However, this is just the beginning of the story of South Asia heading towards a turmoil due to US excessive intervention in Afghanistan and Pakistan on the one hand and unprecedented boost to make India a super power on the other. The situation was tense already. If we go a little back in history, the tension between Pakistan and Afghanistan started with Kabul's casting the sole vote at the UN against Pakistan's membership in 1947 because Afghanistan didn't recognize the legitimacy of Pakistan's borders. Afghanistan claimed natural and legal right to the provinces of Baluchistan and NWFP and expressed the hope that "natural and legal rights of freedom of the North West Frontier people and free tribes along the borders may also be established."[11]

The Pushtoon nationalistic fervor might be considerably subdued at the moment. However, the Musharraf regime's incursions in the tribal areas in NWFP and military excesses in Baluchistan have once more galvanized the situation to an extent that nationalistic fervor is getting strengthened with religious sentiments. The more the level of awareness rises, the more this combined fervor gets strength.

In the near future there is no hope that the US will declare an end to its operation against Al-Qaeda, an organization whose very existence is seriously questioned by an increasing number of independent analysts. So, for the US, Al-Qaeda and the Taliban will remain around indefinitely and so would Afghan regimes' complaints against Pakistan's lack of action. As a result Musharraf would have no option but to keep as many troops in NWFP and Baluchistan as possible. Some areas in the region have already been transformed into occupied Gaza and West Bank.

This approach on the part of General Musharraf will continue despite the fact that successive Pakistani governments followed Jinnah's policy, who reversed the British policy of stationing troops in the Pushtoon areas believing that Muslims rather than the British could win the allegiance of the tribes.[12] British forward policy has now become part of the American agenda for the region and a dependent regime in Islamabad has to follow it to the letter.

Just like the anti-Islam propaganda has made every Muslim a suspect. The anti-Taliban campaign has turned every Pushtoon into a suspect. The whole region, the triangular region inhibited by Pushtoon on both sides of the Durand Line has become the target of anti-"fundamentalism" crusade. Sandwiched between the two puppet regimes in Kabul and Islamabad, this region has suffered both physically, socially and psychologically.

Physically it remained the target of US assault, using depleted uranium. The region is facing the consequences. An increased number of physically deformed babies is one of the immediate signs. Socially, life has become miserable for the Pushtoons living in the area adjacent to the Durand Line due to increased surveillance, closed borders, disruption of business and social life; not to speak of the death and destruction when Pakistani, US and Afghan forces launch operations to catch "high value targets." Interestingly they couldn't catch any of the "high value targets" in the last four years.

When the US imposed the war on Afghanistan in 2001, Pushtoons witnessed removal of their fellow Pushtoons from power for the second time this decade after dominating the country for nearly 300 years.[13] When Operation Enduring Freedom commenced in October 2001, an influx of Pushtoon refugees into Pakistan and Iran began. Both countries blocked entry of the displaced Pushtoons. Nevertheless about 200,000 were able to enter Pakistan. But nearly 2 million were displaced and remained within Afghanistan.[14]

As the war progressed, the sympathy of Pushtoons increased with their brethren as a natural outcome. To add insult to injury, despite Musharraf's entreaties, the US allowed Northern Alliance (NA) to